وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (رعد)

(ترجمہ) اور کئی ایک سجدہ کرتے ہیں اللہ کے سائے طوعاً و کرہاً صبح شام خدا کو سجدہ کرتے ہیں

قولِ مقبول

در اثبات

ظلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس کتاب میں دلائل صریحہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ (چھاؤں) موجود تھے جو لوگ آپ کے سایہ کے منکر ہیں انکی دلیلیں لکھ کر مسکت جواب بھی دیا گیا ہے

مؤلفہ محقق اسلام حضرت علامہ مولینا عبد القادر صاحب عارف حصاروی

شائع کردہ مکتبہ اہلحدیث سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ

ہدیہ دس آنے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میلادی محفلوں اور سیرت نبوی کے جلسوں میں بعض واعظین اور علماء مقررین جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل ومناقب اور مدائح بیان کرتے ہوئے یہ کہا کرتے ہیں، کہ آپ کا سایہ نہ تھا، جس طرح یہ لوگ دیگر فضائل ومدائح میں غلو کرتے ہوئے موضوع روایات ذکر کرتے ہیں اسی طرح مسئلہ سایہ پر بھی موضوعات ومزعومات کا ذکر کرکے سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ اور مغالطہ دیتے ہیں، کہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ نہ تھا، حالانکہ یہ بالکل غلط اور سراسر جھوٹ ہے، کسی آیت قرآنی اور حدیث صحیح رسول ربانی سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ آنحضور صلعم کا سایہ نہ تھا، بلکہ اہل کتاب کی طرح یہ مبالغہ اور صریح غلو ہے، غلو اس زیادتی کا نام ہے، جو خوش عقیدگی سے اپنے پیشوا نبی یا ولی کے اوصاف بیان کرتے وقت بیان کی جائے اور شرع میں اس کا ثبوت نہ ہو، بلکہ قرآن وحدیث کے اصولی طور پر یا صریح طور پر مخالف ہو، جیسے یہ کہنا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر نہ تھے، مجسم نور تھے اور آپ خدا کی ذات کے نور سے پیدا ہوئے تھے، بلکہ خدا ہی محمدؐ کی صورت میں مدینہ میں اتر آیا تھا آپ مختار کل ہیں اور ہر جگہ حاضر وناظر ہیں، وغیرھا من الاعتقادات الکاذبات والمقالات الفاسدات۔

اہل کتاب نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی شان میں غلو کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو منع فرمایا کہ لاتغلوا فی دینکم، یعنی دین میں غلو نہ کرو، اور کسی کی شان کو اس کی حد سے آگے نہ بڑھاؤ، اسی طرح رسول خدا صلعم نے خود اپنی امت کو روکا ہے کہ مجھ کو حد سے نہ بڑھاؤ جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حد سے بڑھایا، بس مجھے صرف اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو (شمائل ترمذی مسند احمد وغیرہ)۔

حافظ ابن کثیرؒ نے آیت لاتغلوا کے تحت یہ حدیث ذکر فرمائی ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے نبی کریم صلعم سے خطاب کرتے ہوئے یہ کہا کہ اے نبی! اے ہمارے سردار! اے ہمارے سردار کے بیٹے! ہم سے اچھے، ہم سے اچھے کے بیٹے! پس آنحضور صلعم نے یہ سنکر ارشاد فرمایا، اپنے اس قول کو لازم پکڑو جس کی

تعلیم دی گئی ہے، تمہیں شیطان بُری خواہش میں نہ ڈال دے، میں محمد عبداللہ کا بیٹا ہوں جو مرتبہ خدا نے مجھے دے رکھا ہے رسالت کا اتم مجھے اس سے آگے بڑھادو تو میں اس بات کو پسند نہیں کرتا" حضرت عبداللہ بن شخیر سے باسناد جید کبھی یہ روایت آئی ہے کہ آپ کے پاس خدا تعالیٰ نے فرشتہ کو بھیج کر بادشاہت اور مقام عبودیت پیش کئے تو آنجناب نے مقام عبودیت کو اختیار فرمایا تھا، علامہ ابو الفرج عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب نے اپنے رسالہ "الخشوع فی الصلوٰۃ" صفحہ میں نقل کیا ہے کہ وَقَامَ بَيْنَ يَدَيْهِ صَلَّى رَجُلٌ يَوْمَ الْفَتْحِ فَارْتَعَدَ فَقَالَ لَهُ هَوِّنْ عَلَيْكَ إِنِّي لَسْتُ بِمَلِكٍ وَإِنَّمَا أَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ كَانَتْ تَأْكُلُ الْقَدِيْدَ" یعنی فتح کے دن ایک شخص آنحضورؐ کے سامنے پیش ہوا تو وہ کانپنے لگا آپ نے اس کو فرمایا خوف نہ کر، اطمینان کر میں کوئی بادشاہ یعنی جبار قہار نہیں ہوں میں تو قوم قریش کی ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو گوشت خشک کر کے کھایا کرتی تھی" فاعتبروا یا اولی الابصار، لیکن افسوس ہے کہ آج فرقہ غالیہ یہ کہہ رہا ہے

وہی جو مستوی تھا عرش پر خدا ہو کر
اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفےٰ ہو کر

اور کبھی یہ موضوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور ذات سے پیدا فرمایا (ملفوظات حصہ اول صفحہ ۱۲)

ظلِ رسول یعنی آنحضرت کا سایہ ہونے نہ ہونے کی بنیاد در اصل اس مسئلہ پر ہے کہ آنحضور صلعم بشر انسان از بنی آدم تھے یا جسم نور از ذات خدا تھے اگر شق اول ثابت ہے تو سایہ کا ہونا بالبداہت ثابت ہے اور اگر شق دوم ہے تو سایہ کی نفی ہو جاتی ہے، چنانچہ یہاں وہ دلائل بیان کئے جاتے ہیں جو ظلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دال ہیں، پھر دوسری فصل میں وہ دلائل بیان کئے جائیں گے جو فرقہ غالیہ پیش کرتا ہے جن سے سایہ کی نفی بیان کی جاتی ہے، پس اس مضمون کو دو فصلوں میں مکمل کیا جاتا ہے، فصل اول در اثبات ظلِ رسول صلعم، فصل دوم در جواب دلائل نفی ظلِ رسول صلعم وباللہ التوفیق وان ارید الا الاصلاح۔

فصل اوّل در اثباتِ بشریتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پہلی دلیل

مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین میں حدیث ہے کہ فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر فقال من انا ؟ فقالوا انت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب اِنَّ اللہَ خَلَقَ الخلق فجعلنی فی خیرھم الحدیث یعنی آنحضور صلعم نے منبر پر قیام فرمایا اور حاضرین سے کہا کہ تم یہ بتاؤ کہ میں کون ہوں؟ صحابہ حاضرین نے عرض کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے فرمایا (علاوہ ازیں) میں اپنا تعارف یہ کرانا چاہتا ہوں تاکہ تمام امت یاد رکھے کہ میرا نام محمد ہے اور میں عبد اللہ کا بیٹا ہوں اور وہ عبد المطلب کے بیٹے تھے (اسی طرح آگے تک شجرہ سمجھ لو) اللہ تعالیٰ نے تمام خلقت پیدا کی تو مجھے اللہ نے ان میں سے بہترین خلق میں پیدا کیا اور وہ انسان ہے، پھر اس مخلوق انسانی کے دو گروہ کر دیئے (عرب عجم) پس مجھے ان میں سے بہترین گروہ عرب میں پیدا کیا، پھر عرب کے کئی قبائل بنائے تو مجھے بہتر قبیلہ قریش میں پیدا کیا، پھر قریش کے کئی خاندان ہوئے، تو مجھے بہترین خاندان بنی ہاشم میں پیدا کیا، تو میں انسانوں میں سب سے بلحاظ ذات اور حسب کے بہتر ہوں، اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے، اور مسند احمد میں اس کو امام احمد نے بھی نقل کیا ہے۔

"یہ حدیث اس وقت بیان فرمائی جب کفار نے آنحضرت صلعم کے نسب میں طعن کیا تھا" اس حدیث سے آپ کا انسانی مخلوق اور بشر ہونا اور اولاد آدم سے ہونا ثابت ہوا، انسان اور بنی آدم کا سایہ ہونا عادتہً مسلّم ہے اور سب کے مشاہدہ میں آچکا ہے تو جو شخص اس کلیہ سے آنحضور صلعم کو خاص کرے وہ کوئی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت دلیل پیش کرے تاکہ آپ کو اس عام اصول سے مستثنیٰ کیا جاوے۔

دوسری دلیل

قرآن ناطق ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ الآیہ یعنی اے میرے نبی! آپ اعلان کر دیں کہ میں تمہارے جیسا بشر ہوں، چنانچہ آپ نے بار بار اعلان کیا کہ میں تمہارے جیسا بشر ہوں، ایک بار آپ نماز میں بھول گئے تو یہ فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِيْتُ

نَسِیْتُمْ فَذَکِّرُوْنِیْ یعنی میں تمہارے ایسا بشر ہوں جیسے تم کبھی کبھی بھول جاتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں۔

قاضی عیاض نے کتاب شفا جلد ۲ صفحہ ۲۴۹ پر یہ نقل کیا ہے کہ تابیر نخل کے سلسلہ میں آنحضور صلعم نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اِذَا اَمَرْتُکُمْ بِشَیْئٍ مِنْ دِیْنِکُمْ فَخُذُوْا بِہٖ وَاِذَا اَمَرْتُکُمْ بِشَیْئٍ مِنْ رَاْئِیْ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ یعنی میں تو بشر ہوں جب بحیثیت نبی ہونے کے دین کا حکم کروں تو اس کو لے لو اور جو اپنی رائے سے کہوں تو میں بشر ہوں، غلطی کا امکان ہے، تمہاری مرضی ہے اس کو لو یا نہ لو۔

دوسری روایت قصہ خرص میں یوں ہے اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَمَا حَدَّثْتُکُمْ عَنِ اللّٰہِ فَھُوَ حَقٌّ وَمَا قُلْتُ فِیْہِ مِنْ قِبَلِ نَفْسِیْ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اُخْطِئُ وَ اُصِیْبُ یعنی میں تو بشر ہوں جو کچھ تم کو اللہ کی طرف سے ہونا بیان کروں وہ تو عین حق ہے اور جو اپنی طرف سے بات کہوں تو میں بشر ہی ہوں خطا بھی کر سکتا ہوں اور درست بھی کہہ سکتا ہوں جیسا کہ بشر کا خاصہ ہے (حوالہ مذکور فصل فی احوال الدنیویۃ)۔

نیز شفا جلد ۲ صفحہ ۲۶۰ مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ لاہور میں ہے کہ قَدْ قَدَّمْنَا اَنَّہٗ صلعم وَسَائِرَ الْاَنْبِیَاءِ وَالرُّسُلِ مِنَ الْبَشَرِ وَاِنَّ جِسْمَہٗ وَظَاھِرَہٗ خَالِصٌ لِلْبَشَرِ یَجُوْزُ عَلَیْہِ مِنَ الْاٰفَاتِ وَالتَّغْیِیْرَاتِ وَالْاٰلَامِ وَالْاَسْقَامِ وَتَجَرُّعِ کَاْسِ الْحِمَامِ مَا یَجُوْزُ عَلَی الْبَشَرِ وَھٰذَا کُلُّہٗ لَیْسَ بِنَقِیْصَۃٍ۔ اھ یعنی پہلے ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ نبی کریم صلعم اور تمام انبیا اور مرسلین آدم بشر کی اولاد سے ہیں ان کا جسم اور ظاہری بناوٹ اور جوارح خالص بشر ہیں ان پر سب انسانی انقلابات آتے رہے، آفات اور بیماریاں اور ہر قسم کے درد اور صدموں کے جام انہوں نے نوش کئے (بھوک، پیاس، مشقت، تھکاوٹ، گرمی، سردی، غصہ، رنج، خوشی، غمی، قوت، کمزوری، زخم، خون، پیشاب، پاخانہ، جماع، کھانا پینا وغیرہ تمام عوارض بشریہ ان پر طاری رہے) جادو آپ پر کیا گیا، دانت آپ کے شہید ہوئے، بیمار بھی آپ ہوئے، موت بھی آپ پر وارد ہوئی، تو یہ کوئی نقص کی باتیں نہیں ہیں، جب آپ اور انبیاء بشر تھے تو یہ امور بشر کے خواص اور عادات سے ہیں (فصل امور دنیویہ بشریہ)۔

میں کہتا ہوں کہ جب آپ اور دیگر انبیاء بشر تھے اور تمام بشری خواص و عادات

رکھتے تھے، تو سایہ بھی بشری نواص اور عادات سے ہے۔ ایسا کوئی بشر کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں کہ وہ سورج اور قمر کے نیچے کھڑا ہوا تھا تو اس کا سایہ معدوم ہو نہ تھا جو دعویٰ کرے وہ ثابت کرے۔ جب ایک جسم انسانی ظاہر یا بر زمین پر کھڑا ہے یا چل رہا ہے، نظر آرہا ہے تو اس کے سایہ کیلئے کیا مانع ہے؟ ہاں آپ وصف رسالت کی وجہ سے دینی سراج منیر تھے جس کا کسی کو بھی انکار نہیں ہے۔ لیکن یہ سایہ مادیہ کو مانع نہیں، کیونکہ آپ کی پیدائش عام انسانوں کی طرح مٹی سے ہوتی ہے جیسے قرآن میں ہے۔ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ، جس کی صراحت احمد رضا خاں صاحب نے اپنے خود نوشت فتاویٰ افریقہ مطبوعہ رضوی پریس ص۵۸ میں یوں کی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا فِي سُرَّتِهِ مِنْ تُرْبَتِهِ الَّتِي خُلِقَ مِنْهَا حَتَّى يُدْفَنَ فِيهَا وَأَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ خُلِقْنَا مِنْ تُرْبَةٍ وَاحِدَةٍ وَفِيهَا نُدْفَنُ یعنی ہر بچہ کی ناف میں اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا ہے یہاں تک کہ مرنے کے بعد اسی میں دفن ہوگا چنانچہ میں اور ابو بکرؓ اور عمرؓ ایک ہی جگہ کی مٹی سے پیدا کیئے گئے ہیں اور ہم اسی جگہ ہی دفن ہونگے" خاں صاحب نے جناب سید البشر اور حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ کے مٹی سے پیدا ہونے کی صاف تصریح کر دی ہے۔ یہ سب صاحبان مٹی سے پیدا شدہ انسان تھے جب مٹی سے تھے تو ہر انسان اور اولاد آدم مٹی سے پیدا ہونے والے کا سایہ ہوتا ہے، تو اس سے اصحاب ثلاثہ کا سایہ ثابت ہو گیا۔

اس حدیث کی صداقت وصحت واقعہ اور مشاہدہ سے بھی ثابت ہے کہ فی الواقع آنحضور صلعم اور شیخین خلیفتین ایک ہی حجرہ میں مدفون ہیں اسی جگہ کی مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ نور سے پیدا ہونے کا ایک اختراعی افسانہ ہے جس کا کوئی اصل نہیں، اور وہ کتاب و سنت اور اجماع کے خلاف ہے۔

تیسری دلیل یاسین | تنویر المقباس عن تفسیر ابن عباس مطبوعہ مصر ص۲۷۲ میں ہے وباسناد عن ابن عباس فی قول الباری جل ذکرہ یٰس یقول یا انسان! بلغۃ السریانیۃ یعنی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یاسین سے مراد سریانی بولی میں انسان ہے اے انسان!۔

شفا قاضی عیاض فصل رابع میں ہے کہ عن ابن عباس (یٰسٓ) یا انسان واراد
محمدا صلعم یعنی یٰسٓ سے مراد ہے اے انسان ا انسان سے مراد محمد صلعم ہیں پس
قرآن سے بسبب تفسیر حضرت ابن عباسؓ یہ ثابت ہوا کہ آنحضور صلعم انسان تھے مجسم
نور نہ تھے، انسان کا سایہ زمین پر روشنی کے وقت ہونا تمام جہان میں مسلم ہے۔

چوتھی دلیل

تفسیر تنویر المقباس مذکورہ کے صفحہ ۱۸۶ میں سورہ کہف کی آخری آیت
کی تفسیر میں ہے قُلْ یَا مُحَمَّدُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ آدمیٌ مثلکم
یعنی اے محمد صلعم آپ یہ کہہ دو کہ میں تمہارے جیسا آدمی ہوں، اس دلیل سے ایک تو آپ کا
بشر اور آدمی ہونا ثابت ہوا اور دوسرا آنحضور صلعم کے عہد کے آدمیوں سے نفس آدمیت
میں آپ کی مماثلت و مشاکلت ثابت ہوتی ہے پس جب اس عہد کے آدمیوں کے سائے
موجود تھے، تو آپ کا بھی سایہ موجود تھا، اسی بنا پر وہ لوگ آپ کو بشر کہتے تھے اگر آپ
کا سایہ نہ ہوتا، اور آپ نورانی مجسم ہوتے تو وہ بَشَرٌ مِّثْلُنَا ہرگز نہ کہتے پس اللہ تعالیٰ کا
اور جملہ انبیاء اور ان کے عہد کے تمام لوگوں کا انبیاء کو بمثل دیگر لوگوں کے بشر کہنا یہ ظاہر
کرتا ہے کہ یہ عقیدہ تمام جہان کا اجماعی ہے، جس کا خلاف محض حماقت یا جنون ہے۔

پانچویں دلیل

آنحضور صلعم نوع انسانی میں سے مرد تھے چنانچہ سورہ یونس میں ہے۔
اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَا اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ
یعنی کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب ہے کہ ہم نے انہی کی نسل کے ایک مرد پر وحی کر دی، کہ
لوگوں کو ڈرا، اس آیت سے صاف ثابت ہوا آنحضور صلعم مرد تھے، اسی طرح تمام انبیاء مرد
ہی تھے، دیا بجا قرآن میں ہے وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم الآیۃ
(یوسف) یعنی ہم نے تجھ سے پہلے بھی مرد ہی رسول بنا کر بھیجے تھے، سورہ انبیاء میں ہے۔
وما ارسلنا قبلک الا رجالا نوحی الیھم پس آنحضور صلعم مرد تھے۔

جب آنحضور صلعم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر کے جا رہے
تھے تو راستہ میں ایک قریشی ملا، اس نے پوچھا تم کون ہو؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنا
نام بتایا، اس نے کہا کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ تو حضرت صدیقؓ نے فرمایا ھٰذا رجل یھدینی یعنی
ایک مرد ہے جو میری راہنمائی کرتا جا رہا ہے، منکر نکیر قبر میں آ کر سوال کریں گے کہ ما
علمک بھٰذا الرجل تو اس مرد کی بابت کیا علم رکھتا ہے، یہ الفاظ بھی یہی ما کنت

تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صلعم الخ یہ لفظ بھی ہیں مَاھٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ یعنی یہ کون مرد ہے جو تمہاری طرف مبعوث ہوا ہے۔

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ بشر کے جو نوع ہیں مرد اور عورت ان میں سے آنحضرت صلعم مرد تھے مرد کا سایہ سب لوگوں میں مسلم ہے، تو آپ کا بھی سایہ مسلم ہے، ورنہ آپ مرد نہ رہیں گے حالانکہ آپ کا مرد ہونا بہت سی حدیثوں میں وارد ہے، شمائل ترمذی میں حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم رَجُلًا مَرْبُوْعًا بَعِیْدَ مَا بَیْنَ الْمَنْکِبَیْنِ یعنی رسول اللہ صلعم ایک مرد درمیانہ قد تھے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان بہت فاصلہ تھا یعنی آپ کا سینہ چوڑا تھا بس قد والے اور کشادہ سینہ مرد کا سایہ ہونا بدیہی بات ہے، حدیث میں آنحضور صلعم نے وقت ظہر کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ کَطُوْلِہٖ مرد کا سایہ اس کے قد برابر ہونے تک ظہر کا وقت رہتا ہے، آپ مرد تھے، تو آپ کا سایہ کیوں نہ ہوگا، دوسری روایت، باب المواقیت میں ہے، صَارَ ظِلُّ کُلِّ شَیْئٍ مِثْلَہٗ ہر شئی کا سایہ اس کی مثل ہو جائے، آنحضور صلعم بھی کل شیئ میں داخل ہیں، جب تک کوئی دلیل اس سے خارج کرنے والی میسر نہ ہو، لیکن میسر نہیں ہے، تو دعویٰ ہمارا ثابت ہے فللہ الحمد!

اس دلیل کے خلاف جو دلیل ہو وہ اسی طرح کی قطعی ہونی چاہیئے۔

چھٹی دلیل

قرآن مجید پارہ ۱۳ ع ۷- وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْھًا وَّظِلٰلُھُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ یعنی ساکنان آسمان و زمین اور ان کے سائے اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرتے ہیں، جب آنحضور صلعم ساکن ارض تھے اور آپ خدا تعالیٰ کو سجدہ کرتے رہے، تو آپ کا سایہ بھی ضرور سجدہ کرتا رہا اس آیت میں لفظ ظلالہم ساکنان ارض کے متعلق ہے، تقدیر عبارت یوں ہے و یسجد من فی الارض طوعا و کرھا و یسجد ظلالھم، اس سے اہل زمین کا سایہ دار ہونا ثابت ہوا اس سے ان جاہلوں کا اعتراض رفع ہوا جو کہتے ہیں کہ آسمان میں چاند سورج ستارے ہیں، ان کے سائے کہاں ہیں؛ اجسام اہل زمین خواہ انسان ہوں یا حیوان نبی ہوں یا ولی، مومن ہوں یا کافر سب اہل ظل ہیں بشر ظاہر جسم والے صاحب ادراک و عقل شخص کو کہتے ہیں سو آنحضرت صلعم بھی ایسے ہی تھے کہ ظاہر

والے دیگر انسانوں کی طرح تھے۔

• فتح الباری شرح بخاری میں حدیث اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ پر یہ لکھا ہے کہ:۔
اَلْبَشَرُ یُطْلَقُ عَلَی الْجَمَاعَةِ وَالْوَاحِدِ بمعنی انه منهم والمراد انه مشارک للبشر فی اصل الخلقة یعنی بشر کا اطلاق جماعت پر اور ایک پر آتا ہے اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ آنحضور صلعم نسل انسانی سے ہیں اور پیدائش میں سب کے ساتھ شریک ہیں جب یہ بات کتاب و سنت سے قطعی طور سے ثابت ہو گئی تو سایہ کا وجود بھی قطعی طور سے ثابت ہو گیا، فللّٰه الحمد!

اب جو شخص سایہ نبوی کا منکر ہے، اس کو سایہ کی نفی پر قطعی دلیل پیش کرنی چاہیئے ورنہ ہمارا یہ دعویٰ اور دلیل صحیح ہے کہ مُحَمَّدٌ بَشَرٌ مِنَ الْبَشَرِ وَ کُلُّ بَشَرٍ مِنَ الْبَشَرِ لَهُ ظِلٌّ فَمُحَمَّدٌ لَهُ ظِلٌّ، جس کا مطلب یہ ہے کہ منطقی طور پر یوں کہا جائے گا، کہ حضرت محمد صلعم بشر ہیں جو بشر سے پیدا ہوئے ہیں، اور ہر بشر کا سایہ ہے تو محمد صلعم کا بھی سایہ ہے۔

اب صغریٰ کا ثبوت تو کتاب و سنت سے بعبارۃ النص ہو چکا ہے کہ آپ بشر ہیں اور ہر بشر کا سایہ ہے، یہ کبریٰ مشاہدہ سے اور عام عادت سے ثابت ہے اور بدیہی ہے، اور مسلّم ہے، تو اب یہ نتیجہ یقینی صادق ہے کہ حضرت محمد صلعم کا سایہ تھا اور آیت وظلالهم بھی اس پر ناطق ہے جس سے استثنار کرنے والی کوئی قطعی دلیل چاہیئے، وہ معدوم ہے، من ادعی خلافه فعلیه البیان بالبرهان۔

تفسیر جامع البیان زیر آیت ظلالهم لکھا ہے کہ تَسْجُدُ ظِلَالُ الْکَافِرِ وَالْمُؤْمِنِ بِکَیْفِیَّتِهِ لَا تَعْرِفُ یعنی اہل زمین کے سائے سجدے کرتے ہیں مومن کے بھی اور کافر کے بھی، مگر ایسی کیفیت سے کہ اس کو ہم نہیں پہچانتے، خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

تفسیر تنویر المقیاس میں ہے ظِلَالُ مَنْ یَسْجُدُ لِلّٰهِ اَیْضًا تَسْجُدُ یعنی حضرت ابن عباسؓ نے ظلالهم کی تفسیر میں فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں ان کے سائے بھی ساتھ ہی کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ نے کسی نبی ولی کو مستثنیٰ نہیں کیا تو یہ آیت عام ہے، عام بر حسب اصول فقہ مثل خاص کے قطعی دلیل ہوتا ہے، جبتک کوئی اس کا مخصص نہ ہو:۔

ساتویں دلیل پارہ ۱۴۔ سورہ نحل میں ہے، اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُہٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰہِ وَھُمْ دٰخِرُوْنَ ۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی چیز پیدا کی ہے، سب کے سائے دائیں بائیں پھرتے ہوئے نہایت ذلت سے خدا کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

یہ آیت بھی عام ہے، اس سے بھی ثابت ہوا کہ ہر چیز مخلوق ہے اور اس کا سایہ بھی ہے، جو دائیں بائیں طرف سے اللہ کو سجدہ کرتا ہے، آنحضرت صلعم بھی مخلوق الٰہی تھے، تو آپ کا سایہ بھی تھا، اور ہر جانب سے خدا تعالیٰ کو سجدہ کرتا تھا، اگر آپ سجدہ کریں اور آپکا سایہ سرے سے نہ ہو جو سجدہ کر سکے اور دیگر مخلوق خود بھی سجدہ کرے، اور ان کے سائے بھی سجدہ کریں، تو یہ نقص ہوگا جو کسی طرح آپ کی شان کے لائق نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں کے سایوں کو اپنا عابد ٹھہرایا ہے، ہر چیز کی ذات اور اس کا سایہ دونوں عابد ہوں اور رسول پاک کی صرف ذات ہی ہو تو یہ نوع نقص ہے، جو روا نہیں۔

آٹھویں دلیل تحریر بالا میں آپ کی بشریت بدلائل صحیحہ قطعی طور پر ثابت ہے جس کے ساتھ لوازم بشریہ سایہ وغیرہ بھی ثابت ہو گئے، لیکن اب ہم صریح طور سے آنحضور صلعم کا سایہ ثابت کرتے ہیں، تاکہ کسی عالم کو انکار کی کوئی گنجائش نہ رہے، اگر کوئی جاہل انکار کرتا ہے تو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے، اس طرح تو تمام قرآن کے انکاری اور تمام احادیث نبویہ کے منکر دنیا میں بہت موجود ہیں، جن کا کچھ علاج نہیں ہے۔

مسند امام احمد جلد ۶ ص ۱۳۲۔ اور مجمع الزوائد جلد ۴ ص ۳۲۳۔ میں یہ حدیث ہے عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم فِیْ سَفَرٍ وَنَحْنُ مَعَہٗ فَاعْتَلَّ بَعِیْرٌ لِصَفِیَّۃَ وَکَانَ مَعَ زَیْنَبَ فَضْلٌ فَقَالَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم اِنَّ بَعِیْرَ صَفِیَّۃَ قَدِ اعْتَلَّ فَلَوْ اَعْطَیْتِھَا بَعِیْرًا لَکِ قَالَتْ اَنَا اُعْطِیْ ھٰذِہِ الْیَھُوْدِیَّۃَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم وَھَجَرَھَا بَقِیَّۃَ ذِی الْحِجَّۃِ وَمُحَرَّمَ وَصَفَرَ وَاَیَّامًا مِنْ شَھْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ حَتّٰی رَفَعَتْ مَتَاعَھَا وَسَرِیْرَھَا

فَقُلْتُ اَنَا اَتَّهَبُ لَهُ يَهُودِيَّتَكَ فَغَضِبَ... ذَاتَ يَوْمٍ قَاعِدَةً بِنِصْفِ النَّهَارِ إِذْ رَأَتْ ظِلَّهُ قَدْ اَقْبَلَ فَاَعَادَتْ سَرِيْرَهَا وَمَتَاعَهَا (رواہ الطبرانی واللفظ لہ واحمد فی مسندہ) حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھیں کہ حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہو گیا، حضرت زینبؓ کے پاس زائد اونٹ موجود تھا حضورؐ نے اس کو فرمایا کہ یہ اونٹ سواری کے لئے صفیہ کو دیدو۔ زینبؓ نے کہا کہ میں اس یہودیہ کو دیدوں؟ (وہ یہود نادان سے مسلمان ہوئی تھیں) آنحضرت یہ سنکر ناراض ہو گئے اور حضرت زینبؓ سے کلام ترک کر دی، دراں حالیکہ ذی الحجہ کے باقی ایام اور ماہ محرم اور ماہ صفر اور ربیع الاول کے کئی دن گذر گئے اور طویل بائیکاٹ سے حضرت زینبؓ نے یہ خیال کرکے کہ اب آنحضرت صلعم کو میری حاجت نہیں رہی، اپنا سامان وچارپائی کو اٹھانا شروع کیا کہ اچانک دوپہر کے وقت اس نے آنحضور کا سایہ دیکھ لیا، اور سمجھا کہ آپ تشریف لا رہے ہیں، تو اس نے اپنا سامان لوٹا کر رکھ دیا، یہ حدیث صحیح ہے، جس کے راویوں کی امام حافظ نورالدین علی بن ابوبکر ہیثمیؒ نے توثیق فرمائی ہے۔ حافظ نورالدینؒ صاحب آٹھویں صدی کے مشہور محدث ہیں جن کی توثیق معتبر ہے، جبکہ ان کے مقابلہ میں کسی کی جرح وتضعیف موجود نہیں ہے، پھر اس کو امام احمد نے روایت کرکے اس پر سکوت فرمایا ہے جو نور علی نور ہے، پس یہ حدیث حجت قطعی ہے جس کی تائید پر اصولاً قرآن ناطق ہے، اس کا منکر حدیث کا منکر ہے، اس حدیث میں صاف ظل رسول کا لفظ موجود ہے جو دعویٰ پر ٹھیک دلالت کر رہا ہے، دعویٰ اور دلیل میں تقریب تام ہے، جس سے دعویٰ ثابت ہوا، اور فرقہ غالیہ کے اکابرین نے جو انکار کیا تھا کہ آپ کا سایہ ثابت نہیں ہے، وہ بالکل باطل ہوا، اور علم حدیث میں ان کی کم علمی، عدم مہارت نمایاں ہوئی، کیونکہ تقلید کا عادی تحقیق سے عاری ہوتا ہے۔

نانویں دلیل حادی الارواح الی بلاد الافراح مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲ میں یہ حدیث منقول ہے، جو مسئلہ متنازعہ میں نص ہے:-

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ مَدَّ يَدَهٗ ثُمَّ اَخَّرَهَا فَلَمَّا سَلَّمَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

سلم لَقَدْ صَنَعْتَ فِیْ صَلَاتِکَ شَیْئًا لَمْ تَصْنَعْہٗ فِیْ غَیْرِھَا قَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَنَّۃَ فَرَاَیْتُ فِیْھَا دَالِیَۃً قُطُوْفُھَا دَانِیَۃٌ حَبُّھَا کَحَبِّ الدُّبَّاءِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَتَنَاوَلَ مِنْھَا فَاُوْحِیَ اِلَیْھَا اَنِ اسْتَاْخِرِیْ فَاسْتَاْخَرَتْ ثُمَّ رَاَیْتُ النَّارَ فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ حَتّٰی رَاَیْتُ ظِلِّیْ وَظِلَّکُمْ فَاَوْمَأْتُ اِلَیْکُمْ اَنِ اسْتَاْخِرُوْا فَاُوْحِیَ اِلَیَّ اَقِرَّھُمْ فَاِنَّکَ اَسْلَمْتَ وَاَسْلَمُوْا وَھَاجَرْتَ وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدْتَّ وَجَاھَدُوْا فَلَمْ اَرَ عَلَیْکُمْ فَضْلًا اِلَّا بِالنُّبُوَّۃِ " یعنی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسولِ کریم صلعم نے ہم کو ظہر کی نماز پڑھائی۔ اثنائے نماز میں آپ نے اپنا ہاتھ مبارک آگے بڑھایا پھر پیچھے کر لیا۔ جب سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوئے تو آپ سے دریافت کیا گیا کہ آج آپ نے اپنی نماز میں ایک ایسا کام کیا ہے جو پہلے کبھی نہ کیا تھا یہ کیا وجہ ؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے نماز میں جنت کو اپنے سامنے دیکھا تو اس کے میوے قریب ہی جھکے ہوئے تھے اور ایسے ہوتے تھے جیسے کدو کا پھل ہوتا ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ ان میں سے کچھ میوے توڑ لوں تو جنت کو حکم ہوا کہ غائب ہو جا وہ غائب ہو گئی۔ پھر میں نے اسی کشفی حالت میں آگ کو سامنے دیکھا یہاں تک کہ اس آگ کی روشنی میں میں نے اپنا سایہ اور تمہارا سایہ دیکھ لیا۔ میں نے تم کو آگ سے بچنے کے لئے پیچھے ہٹنے کا اشارہ کرنا چاہا تو مجھے وحی سے سمجھایا گیا کہ ان کو اپنی جگہ پر ٹھہرا رہنے دیں۔ آپ بھی مسلمان ہیں یہ لوگ بھی مسلمان ہیں۔ آپ بھی مہاجر ہیں یہ لوگ آپ کے صحابہ بھی مہاجر ہیں۔ آپ بھی مجاہد ہیں یہ لوگ بھی مجاہد ہیں۔ آپ بمع صحابہ آگ سے محفوظ ہیں۔ میں نے تمہارے پر کوئی ذاتی فضیلت نہیں دیکھی صرف ایک نبوت کے درجہ پر فائز ہوں اسی بناء پر ہی سب پر فضیلت ہے۔

جناب حافظ ابن القیمؒ نے جامع ابن وہب کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے جس کو تسلیم کرنا مومن کا کام ہے۔ لیکن بجائے تسلیم کے ایک لئیم نے ذمیم بن کر امام ابن القیمؒ کو جھوٹا کہنا شروع کر دیا۔ حالانکہ وہ اولیاء اللہ سے ہیں چنانچہ علامہ ملا علی قاری حنفی نے علامہ ابن القیمؒ کو اولیاء اللہ میں شمار کر کے اکابر اہل سنت سے قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو شرح شمائل ترمذی ملا علی قاری ص ۲۰۰؎ -

....

۱۵؎ اولیاء اللہ سے عداوت رکھنا اور ان کے حق میں [illegible] اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنا ہے

اب جو شخص امام ابن القیمؒ کی شان میں گستاخی کرتا ہے فرقہ غالیہ کے

لیڈروں، مولویوں، مناظروں اور واعظوں کے پاس عقائد باطلہ اور مسائل فاسدہ پر دلائل تو ہوتے نہیں، وہ سب و شتم پر اُتر آتے ہیں، اور احادیث نبویہ اور بزرگانِ سلف کی تصریحات مدللہ کا انکار کرنے لگ جاتے ہیں، ان کا اصول یہ ہے کہ جو روایت ان کے عقیدہ فاسدہ اور خواہش نفسانیہ کے مطابق ہو وہ صحیح ہے، اگرچہ وہ حقیقت کے لحاظ سے بتصریحات محدثین موضوع ہو اور جو ان کے عقیدہ اور خواہش کے خلاف ہے وہ جھوٹی ہے، اگرچہ محدثین نے اس کو صحیح قرار دیا ہو، اس نفسانی اصول کا کیا علاج ہے، یہ تو قادیانی اصول ہے کہ مرزا نے احادیث صحیحہ کو رد کر دیا، کہ یہ میرے الہام کی رُو سے صحیح نہیں ہیں۔

حدیث مذکورہ میں آنحضور صلعم کے معجزہ کا بیان ہے، جس پر ہمارا ایمان ہے اور جنابت کے سایہ کا ثبوت ہے، جس پر ہمارا ایقان ہے، اسی طرح سب مسلمانوں کو یقین کر لینا چاہیئے، اور اہلِ بدعت کے شر سے بچنا چاہیئے اس حدیث کی پشت پر قرآن ہے جس نے ساکنانِ ارض کی بابت ظلالہم کی خبر دی ہے، اور مسند احمد کی صحیح حدیث ہے جو ذکر ہو چکی ہے، اب کسی کو انکار کی گنجائش نہیں الا من سفہ نفسہ :-

دسویں دلیل | مسند دارمی باب وفات النبی صلعم ص۲۳ مطبوعہ نظامی کانپور میں ہے کہ جب صحابہ میں حضور کی وفات پر اختلاف ہوا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ وَاِنَّہٗ بَشَرٌ وَاِنَّہٗ یَاسِنُ کَمَا یَاسِنُ الْبَشَرُ اَیْ قَوْمِ فَادْفِنُوْا صَاحِبَکُمْ ..... اَیْ قَوْمِ فَادْفِنُوْا صَاحِبَکُمْ ..... اَیْ قَوْمِ فَادْفِنُوْا صَاحِبَکُمْ، تحقیق رسول اللہ صلعم بشر تھے، جو فوت ہو چکے ہیں، اپنے پیشوا کو جلدی دفن کرو، دفن کرو دفن کرو، جیسے مردہ بشر بگڑ جاتا ہے، آپ کی لاش مبارک بھی بگڑ جائے گی، بعض روایت میں یہ الفاظ ہیں خَلِّ بَیْنَنَا وَبَیْنَ صَاحِبِنَا فَاِنَّہٗ یَاسِنُ کَمَا یَاسِنُ النَّاسُ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ابھی ہمارے صاحب کو چھوڑ دو، ان کو دفن ہونے دو، آخر اسی طرح لاش مبارک پڑی رہی تو جس طرح دیگر مردے لوگ بگڑ جاتے ہیں، آپ کی لاش بھی بگڑ جائے گی (لغات الحدیث ج ۱ ص۴۳) اس سے صاف ثابت ہوا کہ آپ بشر تھے، نور نہ تھے

ورنہ حضرت ابن عباسؓ لاش بگڑ جانے کا احتمال ظاہر نہ کرتے، کیونکہ نور نہ مرتا ہے اور نہ اس کا جنازہ، کفن دفن ہوتا ہے اور نہ بگڑتا ہے، نہ خواص بشر کے ہیں، جب یہ خواص ظاہر ہیں تو سایہ بھی ضرور ہوا، حضرت ابن عباسؓ کے بیان پر جو مجمع عام میں ہوا کسی نے انکار نہیں کیا، تو اس پر اجماع ہوا جو حجت مسلمہ ہے۔

گیارہویں دلیل

آنحضور صلعم نے دنیا میں ۶۳ سال زندگی بسر کی ہے آپ دھوپ میں بھی چلتے رہے، چاندنی میں بھی پھرتے رہے سفر و حضر میں صحابہ کرام کے مجموعوں میں بڑے بڑے واقعات کثیر التعداد گذرے ہیں، عمر نبوی میں غیر محصور حوادث سامنے آئے ہیں اہل اسلام اور کفار اہل مکہ اور اہل مدینہ ہزاروں ہزار موجود ہیں، بیرونی علاقوں سے کئی وفد آتے ہیں، لیکن کسی نے یہ بیان نہیں کیا کہ نبی اکرم صلعم کا سایہ نہ تھا، صحابہ کرام جو آپ کی ہر گفت و شنید، قول و فعل، نقل و حرکت، آثار و حالات بیان کرتے ہیں، اور آپ کے اخلاق، صورت سیرت وغیرہ سب کا ذکر کرتے ہیں تو کسی نے بھی یہ بیان نہیں کیا کہ آنحضور صلعم کا سایہ نہ تھا، اور مجسم نور تھے، اگر سایہ نہ ہوتا تو یہ بشری خواص و عادات کے خلاف ایک معجزہ ہوتا، تو ضرور نقل کیا جاتا اور صحابہ کرام لگاتار اس بات کو بیان کرتے اور یہ روایت حد تواتر کو پہنچ جاتی، لیکن کوئی ایک روایت بھی نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ سایہ نہ تھا، ہاں دو روایتوں سے یہ ظاہر کہ سایہ موجود تھا، جیسا کہ ہم نے ثابت کیا ہے، اگر کوئی یہ کہے کہ جس طرح عام طور پر وجود سایہ کا ذکر نہیں ہے ایسے ہی نفی کا بھی ذکر نہیں ہے، یہ یکساں بات ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سایہ کا ذکر ہونا ضروری نہیں، کیونکہ یہ عام بشری لوازمات سے ہے، سایہ کا ذکر کوئی شرعی حیثیت نہیں رکھتا، یہ بشری لوازم میں ہونے سے خود ہی مفہوم ہے کہ سایہ موصوف کا موجود تھا، کیونکہ آپ کا جسم مرئی تھا، جسم انسانی مرئی کا سایہ ہونا لابدی امر ہے، جو شخص کسی دلیل شرعی سے یہ ثابت کر دے کہ آپ کا سایہ نہ تھا تو ہم تسلیم کے لئے تیار ہیں (رأیتُ احد عشر کوکبا) یہ گیارہ دلائل ہیں، جن کی روشنی میں اس مسئلہ کو سمجھا جا سکتا ہے۔

فصل دوم در جواب دلائل نفی ظل رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اب ہم اُن لوگوں کے دلائل کا ذکر کر کے جواب تحریر کرتے ہیں جو سایہ رسولؐ کے انکاری ہیں۔ ان کی پہلی دلیل یہ ہے کہ:۔

(۱) سورہ مائدہ پارہ ۶ میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ یعنی تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین آئی ہے اہل بدعت کہتے ہیں کہ نور سے مراد آنحضور صلعم ہیں، جب آپ نور ہوئے تو نور کا سایہ نہیں ہوا کرتا، پس آپ کا سایہ نہ تھا۔

میں کہتا ہوں کہ اس آیت سے آنحضرت صلعم کے سایہ کی نفی ہرگز ثابت نہیں ہوتی اور اس کے کئی جواب ہیں۔

جواب اول یہ کہ اس آیت میں لفظ نور جو محل استدلال ہے، محتمل ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے اور الفاظ "کتاب مبین" کا اس پر عطف تفسیری ہے تفسیر مدارک پر حاشیہ خازن ج ۱ ص ۴۴۲ میں لفظ نور پر لکھا ہے یُرِيْدُ الْقُرْاٰنَ لِكَشْفِهٖ ظُلُمَاتِ الشِّرْكِ وَالشَّكِّ وَلِاِبَانَتِهٖ مَا كَانَ خَافِيًا عَلَى النَّاسِ مِنَ الْحَقِّ ١ھ یعنی نور سے مراد قرآن ہے کہ اس نے شرک اور شک کے اندھیرے دور کر دیئے اور لوگوں پر جو حق پوشیدہ تھا وہ ظاہر کر دیا۔

تفسیر بیضاوی مصری ج ۱ ص ۲۲۵ میں ہے یعنے قرآن فَاِنَّهٗ الْكَاشِفُ لظلمات الشك والظلال والكتاب الواضح الاعجاز یعنی نور سے مراد قرآن ہے، جس نے شک اور گمراہی کے اندھیرے دور کئے اور کتاب مبین سے کتاب واضح مراد ہے۔

تفسیر مظہری میں ہے وهو القرآن فجاز ان يكون عطفا تفسيريا یعنی نور سے مراد قرآن ہے اور عطف تفسیری جائز ہے۔

علامہ ابو السعود حنفی اپنی تفسیر میں زیر آیت یہ فرماتے ہیں وَالْمُرَادُ بِهٖ وَ بقوله وكتاب مبين القرآن یعنی نور اور کتاب مبین سے مراد قرآن ہے پھر فرماتے ہیں والعطف لتنزيل المغائرة بالعنوان منزلة المغائرة بالذات یعنی نور اور کتاب مبین میں مغائرت عنوانی ہے، ذاتی نہیں، عنوانی کو بمنزلہ ذاتی ظاہر

کیا گیا ہے ــــــ میں کہتا ہوں کہ اس کو عطف صفۃ علی الصفۃ کہتے ہیں، جیسے قرآن سورہ نحل پ۱۹ میں ہے تلک آیات القرآنِ وکتابٌ مبین یہاں قرآن اور کتاب مبین شئی واحد ہے، مفتاح الجلالین ص۹۳ پر اس کے متعلق یہ لکھا ہے کہ دو کانا بمعنی واحد جاز العطف وحصلت المغائرۃ فی اللفظ کقول الشاعر ؎

فالقی لہا کذبا و مینا

کذب اور مینا کا معنی جھوٹ ہے، جب معنی ایک ہُوا تو مغائرت لفظی کی وجہ سے عطف جائز ہُوا جیسے قرآن میں ہے وَلَقَدْ آتیناکَ سبعًا مِنَ المثانیْ وَ القرآنَ العظیم یعنی اے نبی! دیں ہم نے تجھ کو سات آیتیں مکرر پڑھی جانیوالی اور وہ قرآن عظیم ہے، دونوں سے مراد سورہ فاتحہ ہے، اس سے ثابت ہُوا کہ نور سے مراد مفسرین نے قرآن بھی لیا ہے اور یہ عطف تفسیری ہے جو جائز ہے دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد اسلام ہے، تفسیر مظہری میں ہے "او الاسلام" کہ نور سے مراد یا اسلام ہے، تفسیر خازن میں ہے وقیل النور ھو الاسلام یعنی یہ بھی کہا گیا ہے کہ نور سے مراد اسلام ہے، اسی طرح دیگر تفاسیر میں بھی ہے، تیسرا احتمال یہ ہے کہ نور سے مراد رسول اللہ صلعم ہیں، بیضاوی میں ہے وقیل یرید بالنور محمد صلعم یعنی یہ بھی کہا گیا ہے کہ نور سے مراد محمد صلعم ہیں، تفسیر ابوالسعود میں ہے قیل المراد بالاول ھو الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی آیت کے لفظ اول نور سے مراد حضور صلعم بعض نے کہے ہیں، یہ تین احتمال ہیں، تو قاعدہ اصول کا یہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جب ایک لفظ میں کئی احتمال ہوں تو استدلال بیکار ہو جاتا ہے، پس ذاتی نور ہونے پر یہ دلیل صحیح نہیں ہے، پھر اسلام اور رسول کی مراد کو لفظ قیل سے ذکر کیا ہے جو تمریض کے لئے ہے، اس سے ظاہر ہے کہ راجح یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے، راجح ہونے کی تین وجوہ اور بھی ہیں:-

اوّل یہ کہ آنحضور صلعم کو قرآن میں بشر اور عبد بعبارۃ النص کہا گیا ہے اور قرآن کو بعبارۃ النص نور کہا گیا ہے، چنانچہ سورہ تغابن میں ہے فآمنوا باللہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالنُّورِ الَّذِیْ اَنْزَلْنَا یعنی اللہ اور رسول اور نور پر جو ہم نے اتارا ہے ایمان لاؤ، اور سورہ نساء میں ہے وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ہم نے تمہاری

طرف نور واضح نازل کیا' اس سے ثابت ہوا کہ آیت مائدہ میں بھی نور سے مراد قرآن ہے' دوسری وجہ یہ کہ آیت مائدہ سے پہلے یہ آیت مذکور ہے قَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا اس میں رسولنا کا ذکر ہو چکا ہے تو دوسری آیت میں نور سے مراد رسول لے کر تکرار پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے' تیسری وجہ یہ ہے کہ آیت مذکورہ سے آگے آیت یوں وارد ہے يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ یعنی اس نور کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنے شخصوں کو جو رضائے حق کے طالب ہیں' سلامتی کی راہوں کی ہدایت کرتا ہے۔ اس آیت میں ضمیر بہ واحد ہے' تثنیہ نہیں ہے' اگر نور اور کتاب مبین سے دو چیزیں مراد ہوتیں تو لفظ بهما ہوتا لیکن یہاں بہ ہے تو ظاہر ہوا کہ نور اور کتاب سے مراد شئی واحد ہے اور وہ قرآن ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سلامتی کی راہیں بتلاتا ہے' اور رسول اللہ بھی اسی کے ذریعہ ہدایت کرتے ہیں' جیسا کہ تنزیل کتاب کا حکم وارد ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر تسلیم کیا جاوے کہ آیت مذکورہ میں نور سے مراد رسول ہے تب بھی اس سے آپ کا جسم نور ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ بمعنی روشنی نور ہدایت ہے یعنی جس طرح قرآن کو' تورات کو' انجیل کو' اسلام کو' ایمان کو نور کہا گیا ہے' اور ان سے وصف نور مراد ہے' ذات نہیں ہے' اسی طرح آنحضرت صلعم کو وصف کے لحاظ سے نور کہا گیا ہے' چنانچہ تفاسیر میں اسی طرح وارد ہے' تفسیر مظہری میں زیر آیت نور واضح یہ لکھا ہے وَيُسَمّٰى مُحَمَّدٌ صلعم وَالْقُرْاٰنُ نُوْرًا لِكَوْنِهِمَا كَاشِفَيْنِ لِظُلُمَاتِ الْكُفْرِ یعنی محمد صلعم اور قرآن کا نور اسلئے نام رکھا گیا ہے کہ یہ دونوں کفر کے اندھیرے دور کرتے ہیں' تفسیر خازن مصری ج ۱ صفحہ ۴۴۹ میں ہے سَمَّاهُ اللّٰهُ نُوْرًا لِاَنَّهٗ يُهْتَدٰى بِهٖ كَمَا يُهْتَدٰى بِالنُّوْرِ فِي الظَّلَامِ یعنی محمد صلعم کا نور اسلئے نام رکھا گیا کہ آپ کے ذریعہ ہدایت حاصل کی جاتی ہے' جس طرح اندھیروں میں روشنی سے ہدایت لی جاتی ہے' میں کہتا ہوں کہ قرآن میں سورج کو بھی سراج اور آنحضور صلعم کو بھی سراج کہا گیا ہے' لیکن سورج کی ظاہری روشنی تمام جہان پر پھیلی ہے آپ باطنی نور تھے' فتذکروا۔

ا سلئے تفسیر مدارک میں ہے اَوِ النُّوْرُ مُحَمَّدٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِاَنَّهٗ يُهْتَدٰى بِهٖ

دیا گیا یعنی سراجاً یعنی یا نور سے مراد محمد صلعم ہیں، کیونکہ آپ کے ذریعہ سے ہدایت کی جاتی ہے، جیسا کہ آپ کا نام سراج ہے۔

پس ثابت ہوا کہ آپ نورِ مجسم نہ تھے، بلکہ نورِ نبوت کی وجہ سے آپ باطنی اور وصفی نور تھے، اس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہے، اگر آپ ذاتی نور ہوتے تو پھر گھر باہر میں آپ کے جسم سے روشنی ہر وقت ہمیشہ ظاہر ہوتی، لیکن آپ زخمی ہوئے، تو اندر سے خون نکلا تھا، اسی طرح پیشاب اور پاخانہ بھی خارج ہوتے تھے، جو بشریت کے خواص ہیں، منی بھی نکلتی تھی جس سے آپ کو نہانے کی ضرورت ہو جاتی تھی، علاوہ ازاں ترمذی میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَنَّ النَّبِی صلعم دَخَلَ قَبْرًا لَیْلًا فَاُسْرِجَ لَہٗ سِرَاجٌ۔ (الحدیث ج ۱ ص ۱۲۵) یعنی نبی کریم صلعم رات کو ایک قبر میں داخل ہوئے تاکہ میت کو لحد میں رکھیں تو آپ کیلئے چراغ جلایا گیا۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ میں آنحضرت صلعم کے سامنے رات کو لیٹی ہوتی اور میرے پاؤں آپ کے قبلہ میں ہوتے تھے، جب آپ سجدہ کرنے لگتے تو ہاتھ سے مجھے چھو دیتے، میں پاؤں کو سمیٹ لیتی تھی، پھر جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو میں پاؤں پھیلا دیتی تھی، وَالْبُیُوْتُ لَیْسَ فِیْھَا مَصَابِیْحُ، یعنی ان دنوں ہمارے گھروں میں چراغ نہ تھے، یعنی اگر چراغ ہوتے تو حضرت عائشہ آپ کو دیکھ کر کہ سجدہ کو آرہے ہیں، بغیر آپ کے چھوتے کے پاؤں سمیٹ لیتیں، چونکہ اندھیرا ہوتا تھا، اسلئے آنحضور صلعم ہاتھ سے اطلاع کرتے۔

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ آپ مجسم نور مثل سورج چاند کے نہ تھے، باطنی نور تھے، باقی جو کہا جاتا ہے، کہ آپ ایک دن حجرہ کے اندر تھے، تو حضرت کو سوئی گم شدہ مل گئی تھی، یہ روایت جھوٹی ہے، ثابت نہیں ہے، ملاحظہ ہو سیرت نبوی مولینا ندوی جلد ۳ ص ۷۷۶)۔

اہل بدعت کے مطبوعہ مترجم قرآن کے حاشیہ خزائن العرفان میں سورہ احزاب کی آیت سراجاً منیرا پر اس روحانی نور ہونے کا اعتراف کیا گیا ہے چنانچہ لکھا ہے "درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ کے نور نبوت

نے پہنچائی اور کفر و شرک کے ظلمات شدیدہ کو اپنے نور حقیقت افروز سے دُور کر دیا اور خلق کے لئے معرفت و توحید الٰہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں اور ضلالت کی وادی تاریک راہ گم کرنے والوں کو اپنے انوار ہدایت سے راہ یاب فرمایا اور اپنے نور نبوت سے ضمائر و بصائر و قلوب و ارواح کو منور کیا"

پس اس نور نبی کو تمام اہل اسلام تسلیم کرتے ہیں اس سے جو انکار کرے وہ کافر ہے باقی ذاتی نور ہونا اور آپ کا خاکی نہ ہونا یہ عقیدہ باطل ہے جس پر کوئی دلیل ناطق نہیں ہے اسی فرق کو سمجھ لینے سے جھگڑا ختم ہو جاتا ہے تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ دلیل محتمل ہے یعنی صرف احتمال اور امکان ہی امکان ہے اور بشریت کے ادلہ قطعیہ صریحہ ہیں اسلئے قطعی دلیل ظنی پر مقدم ہے چنانچہ ابوداؤد اور مسند احمد میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلعم نے مسجد میں نماز پڑھانی شروع کی پھر یاد آیا کہ میں تو جنبی ہوں آپ لوگوں کو اسی جگہ پر ٹھہرا کر چلے گئے اور غسل کر کے آئے پھر نماز پڑھانی شروع کی جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ انما انا بشر مثلکم وانی کنت جنبا یعنی میں تمہارے جیسا بشر ہوں میں جنبی تھا اسلئے اب نہا کر آیا ہوں)۔

مسلم شریف میں ہے ابوہریرہ کہتے ہیں سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللھم انما محمد بشر یغضب کما یغضب البشر (الحدیث) (ج ۲ ص ۳۲۲) یعنی رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اے اللہ محمد بشر ہے جس طرح بشر غصے میں آجاتا ہے میں بھی آجاتا ہوں میں نے غصہ میں کسی کو بُرا بھلا کہا ہو تو وہ اس کے لئے رحمت بنا دے"

ایسے دلائل کتاب و سنت میں بہت ہیں جو بشریت پر صریح نص ہیں تو جو دلیل ان دلائل صریحہ کے خلاف ہوگی وہ ان دلائل کے مطابق کی جاوے گی ایسے طریقہ سے کہ وہ بھی مانی جائے اور ان کی بھی تکذیب نہ ہو سو اس کی صورت یہ ہے کہ آیت سورہ مائدہ میں نور سے مراد قرآن ہے یا نبی صلعم بوصف رسالت نہ ہیں اور آیات و احادیث سے بشریت ثابت ہے کہ آپ حضرت آدمؑ کی اولاد سے ذاتی لحاظ سے بشر ہیں جب آیت سے آپ کا ذاتی نور ہونا ثابت نہ ہوا تو سایہ کی نفی ثابت نہ ہوئی پس آپ کا سایہ ثابت رہا۔

نور کہنے والوں کی دوسری دلیل

مسند عبدالرزاق کے حوالہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ جابرؓ نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا

سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کونسی چیز پیدا کی؟ آپ نے فرمایا کہ اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا، عربی عبارت یوں ہے، یا جابر! اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ پھر وہ نور قدرت الہیہ سے جہاں اللہ نے چاہا سیر کرتا رہا، اس وقت نہ لوح تھی، نہ قلم تھا، نہ جنت نہ دوزخ تھا نہ فرشتہ تھا، نہ آسمان و زمین نہ سورج چاند، جن انسان تھے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے، ایک حصہ سے قلم پیدا کیا، دوسرے سے لوح تیسرے سے عرش الخ، اسی طرح قصص الانبیاء اور نور نامہ میں اس کی تفصیل ہے، مواہب اللدنیہ اور تاریخ خمیس وغیرہ میں بھی یہ لکھا ہے، اس دلیل کے کئی جواب ہیں، اول یہ کہ یہ حدیث غیر معتبر کتابوں کی ہے جن کی روایات سے دلیل یعنی بغیر تصحیح کسی محدث کے جائز نہیں ہے، شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے کتب حدیث کے چار طبقے لکھے ہیں مصنف عبدالرزاق کو تیسرے طبقہ میں شمار کیا ہے اور فرمایا کہ اس طبقہ کی کتابوں میں سب رطب و یابس بھرا ہوا ہے، موضوع اور ضعیف روایتیں بکثرت ہیں پھر لکھا ہے کہ:۔

"اکثر آں احادیث معمول بہ نزد فقہا نشدہ، بلکہ اجماع برخلاف آنہا منعقد گشتہ"

یعنی اس طبقہ اکثر حدیثیں فقہاء کے نزدیک معمول بہ نہیں بلکہ اجماع ان کے خلاف منعقد ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس روایت کی کوئی سند نہیں ہے، جب تک کسی روایت کی سند مذکور نہ ہو اور اس کے راویوں کی جانچ نہ ہو جائے تو وہ روایت قابل قبول نہیں ہے، تمام اہل بدعت مل کر اس روایت کی اسناد تلاش کریں تو ہرگز نہ لا سکیں گے، جب تک سند پیش نہ ہو یہ روایت ان پر مردود ہے، محدثین کا مسلمہ اصول ہے کہ الاسناد من الدین یعنی اسناد دین میں داخل ہے، اگر اسناد سامنے نہ ہو تو ہر شخص گمراہ فرقہ کا مرزائی، رافضی وغیرہ کوئی روایت کسی کتاب سے لا کر پیش کر دے گا تو اس کا کیا علاج ہوگا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ عبدالرزاق آخر عمر میں نابینا ہو گیا تھا اس کی کتابوں میں اس کے بھتیجے نے باطل روایتیں ملا دی تھیں چنانچہ علامہ محمد طاہر حنفی قانون الموضوعات والضعفاء کے ص ۲۶۹ میں فرماتے ہیں "عبدالرزاق بن ہمام عمی فی آخر عمرہٖ فکان ان

اختہ احمد بن عبدہ لان یدس فی کتبہ الاباطیل حتی رمی بالکذب من اجل ذٰلک نیز عبد الرزاق شیعہ ہے، چنانچہ حوالہ مذکورہ میں ہے عبد الرزاق بن ھمام الصنعانی رمی بالتشیع -- شیعہ جو مناقب میں روایات لائے گا ان کی سندیں ملاحظہ کرنی ضروری ہیں کیونکہ وہ مناقب میں غلو کرتے ہیں پس یہ روایت مردود ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ تاریخ خمیس مواہب وغیرہ کتب حدیث نہیں ہیں یہ تاریخ اور سیرت کی کتابیں ہیں، جب تک کسی روایت کو ثقہ راویوں سے ذکر نہ کیا ہوگا قابل تسلیم نہ ہوگا۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ یہ روایت کئی لفظوں سے ذکر کی جاتی ہے کوئی یوں لکھتا ہے اول ما خلق اللہ نوری کوئی یوں بیان کرتا ہے انا من نور اللہ والمومنون منھا کوئی مواہب لدنیہ سے یوں ذکر کرتا ہے اِنّ اللہ تعالیٰ لما خلق نورَ نبینا اَمَرَہ اَن یَنظُرَ اِلی اَنوارِ الانبیاءِ فغشیھم مِن نورہٖ فقالوا یا ربنا من غشینا نورُہٗ فقال اللہُ تعالیٰ ھٰذا نورُ محمدٍ کوئی یہ روایت لکھتا ہے لما خلق اللہُ آدمَ جعل ذٰلک النورَ فی ظھرہٖ فکان یلمعُ فی جبینہ فیغلب سائر نورہ یہ سب موضوع روایات اور بے بنیاد ہیں، مولینا عبد الحی صاحب حنفی لکھنوی آثار مرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ صـ۲۷ میں فرماتے ہیں کل ذلک کذب مفتری باتفاق اھل العلم بحدیثہ یعنی اہل علم کا اس پر اتفاق ہے، کہ یہ سب جھوٹ اور افترا ہے کسی روایت کا کوئی ثبوت نہیں ہے، میں کہتا ہوں سب بے سند ہیں جو مرضی ہے گھڑ کر لکھتے رہیں، ملا علی قاری حنفی نے صـ۲۴ موضوعات کبیر میں لکھا ہے کہ قال العسقلانی انہ کذب مختلق فیہ وقال الزرکشی لا یعرف وقال ابن تیمیہ موضوع وقال السخاوی ھو ھذا الذی یلی بلا اسناد یعنی عسقلانی نے کہا کہ یہ جھوٹ ہے، زرکشی نے کہا کہ یہ روایت نور والی غیر معروف ہے، امام ابن تیمیہؒ نے کہا کہ موضوع ہے، سخاوی نے کہا کہ دیلمی میں یہ بے سند ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس روایت کا کوئی سر پاؤں نہیں ہے، بالکل بناوٹی ہے تاریخ اور سیرت والے یوں ہی بات بڑھانے کو ایسی باتیں لے آتے ہیں جو قرآن و حدیث کے سراسر خلاف ہیں، یہ روایت نور والی احادیث صحیح طبقہ اولیٰ اور ثانیہ کے سخت

خلاف ہے اُن حدیثوں سے آنحضرت صلعم کا بشر ہونا ثابت ہے اور قرآن بھی اس پر ناطق ہے یہ روایت بلحاظ اپنے رکیک الفاظ سب سے انوکھی ہے۔

چھٹا جواب یہ ہے کہ مشکوٰۃ ایمان بالقدر میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا لَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ آدَمَ مَسَحَ ظَہْرَہٗ فَسَقَطَ عَنْ ظَہْرِہٖ کُلُّ نَسَمَۃٍ ھُوَ خَالِقُھَا مِنْ ذُرِّیَّتِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ الحدیث یعنی جب اللہ نے آدم کو پیدا کیا، تو اس کی پشت پر مسح کیا، جس سے ہر جان قیامت تک آدم کی اولاد سے پیدا ہونے والی تھی پشت سے نکلی، اس حدیث سے آنحضور صلعم کا آدم کی پشت سے پیدا ہونا ثابت ہوا، ورنہ آپ آدم کی اولاد سے خارج ہونگے، حالانکہ آپ عبداللہ کے بیٹے اور عبدالمطلب کی اولاد سے ہیں آپ کا شجرہ آدم تک پہنچتا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ اللہ کے نور سے پیدا ہونے کی روایت جھوٹی ہے۔

ساتواں جواب یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ فرشتے نور سے پیدا ہوئے اور جن آگ سے اور آدم مٹی سے (مسلم) آنحضور صلعم آدم کی اولاد سے ہیں تو آپ بھی خاکی ہوئے، پھر نوری کہنا آنحضور صلعم کو آدم کی اولاد سے خارج کرنا ہے، اس سے یہ خیال بھی باطل ہوا کہ آنحضورؐ نے بشر کا تمثل اختیار کیا کیونکہ آپ پیدائشی بشر ہیں۔

آٹھواں جواب یہ ہے کہ مواہب کی شرح زرقانی ج ۱ ص۳۱ میں ہے وَ عِنْدَ اَحْمَدَ ابن حبان والحاکم وصححاہ عن ابی ھریرۃ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اِذَا رَاَیْتُکَ طَابَتْ نَفْسِیْ وَ قَرَّتْ عَیْنِیْ نَبِّئْنِیْ عَنْ اَصْلِ کُلِّ شَیْئٍ قَالَ کُلُّ شَیْئٍ خُلِقَ مِنَ الْمَاءِ یعنی ابوہریرہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ! جب میں آپ کو دیکھ لیتا ہوں تو میرا دل خوش ہو جاتا ہے اور آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں آپ مجھے ہر شئی مخلوق کا اصل مادہ بتلائیں جس سے پیدا ہوتی ہے، تو آپ نے فرمایا ہر شئے پانی سے پیدا ہوتی ہے، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے اور دونوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اس پر امام زرقانی فرماتے ہیں ھٰذَا یَدُلُّ اَنَّ الْمَاءَ اَصْلُ جَمِیْعِ الْمَخْلُوْقَاتِ وَمَادَّتُھَا وَاَنَّھَا خُلِقَتْ مِنْہُ یعنی یہ حدیث دلیل ہے کہ تمام مخلوقات کا مادہ پانی ہے

تمام کائنات اس سے بنی ہے، پھر امام زرقانی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ قرآن وحدیث سے فرشتوں کا نور سے اور جنوں کا آگ سے اور آدم کا مٹی سے پیدا ہونا مذکور ہے، تو اس کا جواب یہ دیا ہے کہ لِاَنَّ اَصْلَ النُّوْرِ وَالنَّارِ اَلْمَاءُ یعنی نور اور آگ کا اصل بھی پانی ہے یعنی اول پانی تھا، اس پانی سے آسمان زمین فرشتے چاند سورج جن آدم وغیرہ کائنات پیدا ہوتی ہے، تفسیر خازن وغیرہ میں اس کی تفصیل ہے پانی سے نور کو پیدا کر کے اس سے فرشتے بنائے، پانی سے آگ پیدا کر کے اس سے جن بنائے اور پانی سے زمین بنائی اور زمین سے مٹی لے کر آدم بنایا بس نور والی حدیث جھوٹی ہے جو اس حدیث کے خلاف ہے۔

نانواں جواب یہ ہے کہ مقاتل نے کہا کہ پانی نور سے پیدا ہوا ہے، اس پر امام زرقانی فرماتے ہیں فَهُوَ مَرْدُوْدٌ بِحَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ الْمُتَقَدِّمِ وَغَيْرِهٖ یعنی یہ بات مقاتل کی حدیث ابو ہریرہ وغیرہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے، کیونکہ ابوہریرہ کی حدیث ہر چیز مخلوق کا مادہ پانی بتا رہی ہے، اس سے ظاہر ہوا کہ نور والی روایت مردود ہے، حدیث ابوہریرہ سب پر فائق ہے۔

دسواں جواب یہ ہے کہ امام زرقانی نے حدیث كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ کہ میں اس وقت نبی تھا کہ جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے اور یہ روایت کنت نبیا ولا آدم ولا ماء ولا طین یعنی میں اس وقت نبی تھا کہ ابھی آدم اور پانی اور مٹی کا نام نشان بھی نہ تھا لکھ کر فرمایا ہے کہ ابن حجر نے کہا کہ یہ روایتیں ضعیف ہیں اور امام سیوطی نے تصریح کی ہے کہ لا اصل لہما ان روایتوں کی کوئی بنیاد نہیں ہے، میں کہتا ہوں کہ تذکرۃ الموضوعات ص۸۶ میں ہے، قَالَ الصَّغَانِيُّ بَلْ هُوَ مَوْضُوْعٌ یعنی امام صغانی نے کہا ہے کہ یہ روایت گھڑی ہوئی ہے، اور امام شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کہا کہ یہ موضوع ہے جب آپ آدم کی اولاد ہیں تو بیٹا باپ سے پہلے کیسے پیدا ہو گیا، یہ تو آپ کی توہین ہے، ایسی روایتوں سے آپ آدم کی اولاد سے خارج ہو جاتے ہیں۔

گیارہواں جواب یہ ہے کہ امام زرقانی نے کہا کہ بعض یہ روایت ذکر کرتے ہیں کہ كُنْتُ اَوَّلَ الْاَنْبِيَاءِ خَلْقًا وَّاٰخِرَهُمْ بَعْثًا یعنی میں پیدا ئش کے ... انبیاء سے ... کے

لحاظ سے اول ہوں اور بعثت کے لحاظ سے آخر ہوں، پھر اس کا یہ جواب دیا کہ اِنَّ هُوَ خِلَافُ الْوَاقِعِ یہ حدیث واقعہ کے خلاف بیان کرتی ہے، اسلئے غلط ہے۔ مواہب میں اس کا یہ جواب ہے بِأَنَّ الْمُرَادَ بِالْخَلْقِ هُنَا التَّقْدِيرُ دُونَ الْإِيجَادِ کہ اس روایت میں خلق سے مراد آپ کی پیدائش کا اندازہ کرنا ہے، پیدا کرنا مراد نہیں ہے، امام زرقانی نے یہ جواب دیا ہے کہ اَجَابَ بَعْضُهُمْ بِأَنَّهُ صلعم خُصَّ بِاسْتِخْرَاجِهِ مِنْ ظَهْرِ آدَمَ قَبْلَ نَفْخِ الرُّوحِ فِيهِ فَإِنَّ مُحَمَّدًا صلعم هُوَ الْمَقْصُودُ مِنْ خَلْقِ النَّوْعِ الْإِنْسَانِيِّ یعنی اول پیدائش محمدی سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ نے آدم کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو سب سے پہلے آپ کا استخراج ہوا کیونکہ نوع انسانی مخلوق سے محمد صلعم اصل مقصود ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اگر حدیث كُنْتُ اَوَّلَ الْاَنْبِيَاءِ خَلْقًا صحیح ثابت ہو جائے تو یہ جواب بہت ٹھیک ہے، ورنہ روایت صحیح نہیں ہے۔

بارھواں جواب یہ ہے کہ مواہب اور زرقانی میں ہے کہ قال لما اراد الله اَنْ يَخْلُقَ مُحَمَّدًا صلعم اَمَرَ جِبْرِيْلَ اَنْ يَاتِيَهُ بِالطِّيْنَةِ الَّتِيْ هِيَ قَلْبُ الْاَرْضِ وَبَهَاؤُهَا۔ هو الحسن كما في القاموس۔ وَنُوْرُهَا قَالَ فَهَبَطَ جِبْرِيْلُ فِيْ مَلَائِكَةِ الْفِرْدَوْسِ وَمَلَائِكَةِ الرَّفِيْعِ الْاَعْلٰى (السماء السابعة) فَقَبَضَ قَبْضَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ مِنْ مَوْضِعِ قَبْرِهِ الشَّرِيْفِ وَهِيَ بَيْضَاءُ مُنِيْرَةٌ فَعُجِنَتْ بِمَاءِ التَّسْنِيْمِ (وهو ارفع شراب الجنة) فِيْ مَعِيْنِ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ حَتّٰى صَارَتْ كَالدُّرَّةِ الْبَيْضَاءِ لَهَا شُعَاعٌ عَظِيْمٌ۔ قال ابن عباس اَصْلُ طِيْنَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلعم مِنْ سُرَّةِ الْاَرْضِ بِمَكَّةَ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ محمد صلعم کو پیدا کرے تو جبرئیل کو حکم فرمایا کہ وہ مٹی لاؤ جو تمام زمین کا دل ہے، جبرئیل اترے اور جہاں آپ کی قبر شریف ہے وہاں سے مٹی لے گئے جس کو جنت کے نہر تسنیم سے گوندھا گیا تو وہ موتی کی طرح روشن ہو گئی جس میں بڑی شعاع نمودار ہوئی، ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ وہ زمین کی ناف سے تھی جو مکہ میں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ خان احمد رضا خان بریلوی نے فتاوی افریقہ میں جو روایت نقل کی ہے کہ ہر بچہ جہاں دفن ہوتا ہے پیدائش کے وقت وہاں سے اس کی مٹی لی

جاتی ہے، میری مٹی اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کی مٹی اس حجرہ سے لی گئی ہے، یہ روایت اس روایت کی بالکل تائید کرتی ہے اور یہ سب مل کر نور والی روایت کی تکذیب کرتی ہیں آپ کی پیدائش مٹی سے ثابت ہو رہی ہے، مٹی سے پیدا شدہ کا سایہ ہوتا ہے اور آپ کا سایہ ثابت ہے۔

تیرھواں جواب یہ ہے کہ مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَہٗ اُکْتُبْ قَالَ مَا اَکْتُبُ قَالَ اُکْتُبِ الْقَدَرَ الحدیث یعنی سب سے اول اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا ہے پھر اس کو حکم دیا، کہ لکھ، قلم نے کہا کہ کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمام کائنات کی تقدیر لکھ دے (ایمان بالقدر) اس حدیث سے نور والی روایت رد ہو گئی، کیونکہ وہ سب سے پہلے نور بتلاتی ہے، اس میں قلم کا ذکر ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات کا ص ۳۷۵ تا ص ۳۸۰ ملاحظہ کرنے سے، تمام دلائل کے پیش نظر سب سے اول پیدائش پانی کی ثابت ہوتی ہے، پھر پانی سے تمام کائنات بنائی گئی ہے۔

چودھواں جواب یہ ہے کہ یہ روایت قرآن کے سراسر خلاف ہے کیونکہ اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ نبی کریم صلعم کا نور خدا کے نور سے پیدا ہوا تو وہ ذات الٰہی کا جز ہوا اسلئے عام طور پر فرقہ غالیہ یہ کہتا ہے کہ احد احمد میں کوئی فرق نہیں، اور یہ موضوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ میں عرب بغیر عین کے ہوں اور احمد بغیر میم کے ہوں، اس سے آنحضور صلعم کی ذات اللہ کی ذات کی جزء قرار پائی، یہ کفر صریح ہے، قرآن میں ہے۔ وَجَعَلُوْا لَہٗ مِنْ عِبَادِہٖ جُزْءًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَکَفُوْرٌ مُّبِیْنٌ یعنی انہوں نے میرے بندوں کو میری ذات کا جزء ٹھہرایا، یہ انسان بلاشک صاف کافر ہے، اس عقیدہ سے آنحضور صلعم کی ذات قدیم ٹھہرتی ہے، حالانکہ آپ مخلوق حادث ہیں۔

ایک بدعتی نے لکھا ہے کہ آنحضور صلعم خدا کی ذات سے کبھی جدا نہیں رہے جیسے گیس کی روشنی گیس سے جدا نہیں، حالانکہ صحیح حدیث میں ہے کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ شَیْءٌ مَّعَہٗ یعنی ایک وقت ایسا تھا کہ اللہ کی ذات تھی اور اس کے ساتھ کوئی شیئی نہ تھی، پس اہل بدعت غلط کہتے ہیں۔

پندرھواں جواب یہ ہے، کہ اگر یہ حدیث ثابت ہو تب بھی سایہ کی نفی نہیں

ہوتی، کیونکہ نور سے مراد آپ کا روح ہوگا، جو سب سے اول پیدا ہوا، اور جسم دیگر بشروں کی طرح والدین کے نطفہ سے پیدا ہوا، چنانچہ آپ کے والدین موجود ہیں، اور قرآن ناطق ہے کہ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ (سورہ دہر) یعنی انسان کو ہم نے مرد عورت کے مخلوط نطفے سے پیدا کیا ہے، جب جسم آپ کا بشر مثلکم ہے تو سایہ کا ہونا ثابت ہوا، پس آپ روحانی نور تھے جسمانی نہ تھے۔

سولھواں جواب یہ ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حدیث نور سے آپ کا جسمانی نور مراد ہے، تب بھی سایہ کی نفی ثابت نہ ہوگی، کیونکہ بعض نور کا سایہ ہوتا ہے، گو ہم کو نظر نہ آئے چنانچہ حدیث میں ہے، بخاری کتاب الجنائز ملاحظہ کریں، کہ عبداللہ شہید ہوئے تو فرشتوں نے پروں سے سایہ کیا، الفاظ یہ ہیں، فَمَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِاَجْنِحَتِهَا حَتّٰى رَفَعْتُمُوْهُ یعنی جب تک تم نے اسکی لاش نہیں اٹھائی، فرشتے اس کے پروں سے سایہ کئے رہے تھے، پس سایہ کی نفی صاف لفظوں سے درکار ہے۔

سترہواں جواب یہ ہے کہ اگر فرض کرلیں، کہ آپ نور تھے، تو بشر کی شکل میں متشکل ہونا تو تسلیم کرنا پڑے گا، تب آپ کا وہی حکم ہوگا، جو بشر کا ہوتا ہے، جیسے عزرائیل بشر ہو کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے، تو حضرت موسیٰ نے آنکھ پھوڑ دی، حالانکہ نورانی کی آنکھ نہیں پھوٹ سکتی، وہ اس وجہ سے پھوٹی کہ ظاہر شکل بشر کی تھی، جس سے ظاہر ہوا، کہ نورانی مخلوق شکل بشر میں ہوگی تو عادت بشر کے لوازم اس پر ظاہر ہونگے، اسلئے آنحضور صلعم مرتی تھے، کھاتے پیتے رہے تو سایہ بھی ضرور ہوا، جب تک نفی نہ ہو

اٹھارہواں جواب یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے یا ضعیف ہے صحیح یا حسن ہرگز نہیں، جب بالکل مخدوش اور ظنی ہے تو اعتقادات میں حجت ہرگز نہیں ہوسکتی، اعتقادی مسائل کے لئے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت دلیل درکار ہے، چنانچہ موضوعات کبیر ص۹ میں علامہ ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں اتفق علماء الحدیث علی انه لا یحل روایة الموضوع فی ای معنی کان الا مقرونا ببیان وضعه بخلاف الضعیف فانه یجوز روایته فی غیر الاحکام و العقائد یعنی علماء محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ حدیث موضوع کا بیان کرنا حرام ہے، مگر اس شرط سے کہ اس کا موضوع ہونا ظاہر کردے، اور ضعیف حدیث کا

بیان کرنا فضائل اعمال میں جائز ہے، عقائد اور احکام میں بیان کرنا جائز نہیں ہے
فتاوی عبدالحی لکھنوی جلد اص ۱۳ میں ہے مدار الاعتقاد فی المسائل الدینیہ
علی الادلۃ القطعیۃ (بحوالہ شرح فقہ اکبر) یعنی اعتقادی مسائل کا دارو مدار ادلہ
قطعیہ پر ہے، کتاب الاسماء والصفات بیہقی پر تعلیقات ہیں جن کو فاضل شیخ
محمد زاہد کوثری حنفی نزیل القاہرہ نے لکھا ہے، اس کے ص ۳۳۶ میں لکھتے ہیں کہ
فاذا کان التشدد فی الاحکام العملیۃ واجبا فہو فی المسائل الاعتقادیۃ
اوجب فلن انرید فی المسائل الاعتقادیۃ رجالا لم ندر تکلم فیہم اصلا یعنی
جب احکام عملیہ میں تشدد واجب ہے کہ ان کے ثبوت کے لئے صحیح یا حسن حدیث ہو،
تو اعتقادی مسائل میں زیادہ واجب ہے کہ قطعی دلیل کے بغیر کوئی قبول نہ کی
جاوے، — مسئلہ ما نحن فیہ مسائل اعتقادیہ سے ہے کہ آنحضور صلعم نور تھے، یا
بشر تھے اور آپ کا سایہ تھا یا نہیں، پس اس کے لئے قطعی دلیل مطلوب ہے، جو
بالکل معدوم ہے، لہذا یہ دعوی کہ آپ کا سایہ نہ تھا، خارج ہوا۔

منکرین سایہ کی دوسری دلیل

(۲) خصائص الکبری جلد ۱ ص ۶۸ میں ایک باب باندھا گیا ہے کہ آنحضور کا سایہ
نہ تھا، اور اس پر یہ دلیل ذکر کی ہے جس پر تمام منکرین سایہ کے اعتقاد کا دارو
مدار ہے، حافظ سیوطی فرماتے ہیں کہ اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان انّ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یری لہ ظل فی شمس ولا قمر یعنی حکیم
ترمذی نے حضرت ذکوان سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کا سایہ نظر نہ آتا تھا نہ
سورج کی دھوپ میں اور نہ چاند کی چاندنی میں، اس روایت کے آخر میں یہ لفظ بھی
ہیں، جو دوسرا مسئلہ ہے کہ ولا اثر قضاء حاجتہ یعنی نہ ہی آپ کی قضائے حاجت
کا اثر ظاہر ہوتا تھا، اس دلیل کے کئی جواب ہیں۔

اوّل - یہ کہ اس حکیم ترمذی سے مراد امام ابو عیسی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نہیں جن
کی جامع ترمذی کتب صحاح میں داخل اور طبقہ دوم میں شمار کی جاتی ہے، بلکہ یہ حکیم
ترمذی ہیں جن کی کتاب نوادر الاصول ہے، جو بالکل غیر معتبر کتاب ہے، اس سے اہل
بدعت روائتیں لا کر اپنے مسائل فاسدہ اور عقائد کاسدہ کا ثبوت دیا کرتے ہیں
جناب حضرت مولینا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بستان المحدثین میں فرماتے ہیں، کہ

"نوادر الاصول اکثر احادیث غیر معتبر دارد" یعنی نوادر الاصول میں اکثر حدیثیں غیر معتبر ہیں نیز بستان المحدثین مطبوعہ لاہور کے صت۶۳ پر حکیم ترمذی کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ "باید دانست کہ در تصانیف ایشاں احادیث غیر معتبرہ و موضوعات بسیار مندرج است" یعنی حکیم ترمذی کی تصنیفات میں غیر معتبر اور من گھڑت حدیثیں بہت ہیں اور اس کی وجہ بھی بستان المحدثین مترجم اردو کے صت۱۳۰ پر یہ لکھی ہے کہ:-

"اس حادثہ کا سبب خود انہوں نے بیان کیا ہے طبقات شعرادی میں مذکور ہے وہ یہ کہتے تھے کہ میں نے تصنیف سے پہلے کبھی تفکر، تدبر اور تامل نہیں کیا اور نہ یہ میری غرض تھی کہ کوئی شخص ان مولفات کی نسبت میری طرف کریگا بلکہ جب کبھی مجھ کو کبیدگی پیدا ہوئی تو میں اپنی تسلی اور تسکین تالیف و تصنیف میں سمجھتا تھا اور جو کچھ میرے دل میں آتا اس کو لکھ لیا کرتا تھا" پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اکثر تصانیف از قبیل مسودات ہیں جو نظر ثانی و تہذیب و تنقیح کی محتاج ہیں اور ان میں حذف و اصلاح کی ضرورت ہے، انتھٰی۔

اس سے ظاہر ہے کہ حکیم ترمذی نہ خود کوئی معتبر امام حدیث ہے اور نہ اس کی تصنیف نوادر الاصول وغیرہ معتبر ہیں، خود وہ تیسری صدی کے ہیں جو علم تصوف کی بدعات کے حامل ہیں، تفصیل اس کی رسالہ قشیریہ اور لسان المیزان میں ہے اور انہوں نے تفریح طبع کے طور پر اپنی کتابیں لکھی ہیں جو مستند نہیں ہیں، ان میں موضوع اور غیر معتبر روایتیں ہیں، جن سے کوئی دعویٰ اور مسئلہ شرعی ثابت نہیں ہو سکتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ شیخ جلال الدین سیوطی نے اس روایت کی سند یوں ظاہر کی ہے کہ اخرج الحکیم الترمذی من طریق عبد الرحمٰن بن قیس الزعفرانی عن عبد الملک بن عبد اللہ بن ولید عن ذکوان الخ اس اسناد میں پہلا راوی عبد الرحمٰن بن قیس زعفرانی ہے جو بالکل جھوٹا اور ناقابل اعتبار ہے۔

علامہ سیوطی نے اپنی کتاب مناہل الصفافی تخریج احادیث الشفا صت۲ میں لکھا ہے کہ وھو وضاع کذاب یعنی عبد الرحمٰن بن قیس نہایت جھوٹا شخص تھا جو اپنی طرف سے حدیثیں گھڑا کرتا تھا اور میزان الاعتدال میں امام ذہبی نقل کرتے ہیں، کہ کذبہ ابن مھدی وابوذرعۃ کہ عبد الرحمٰن مذکور کو امام مہدی اور امام ابو زرعہ نے

جھوٹا کہا ہے، اور امام احمد نے یہ نقل کیا ہے کہ وقال احمد لیس بشئ یعنی عبدالرحمن راوی کوئی شئی نہیں ہے، علامہ محمد طاہر صاحب قانون الموضوعات والضعفاء صـ ۲۶۹ میں فرماتے ہیں عبد الرحمن بن قیس ابو معاویہ الزعفرانی کذاب یصنع کذا فی الوجیز یعنی عبدالرحمن زعفرانی بڑا جھوٹا تھا جو روائتیں گھڑا کرتا تھا حافظ ابن حجر تقریب میں فرماتے ہیں متروک کذبه ابو زرعه وغیرہ یعنی عبدالرحمن زعفرانی کو ابوزرعہ وغیرہ ائمہ نے جھوٹا قرار دیا ہے اور اس کی روائت چھوڑ دی گئی ہے، پس ایسے جھوٹے راوی کی روایت وہی لوگ لے سکتے ہیں جو اپنے عقیدہ اور عمل میں جھوٹے ہوں؛ کوئی عالم عدل وانصاف والا اس راوی کی روایت کبھی قبول نہ کریگا، کیونکہ یہ روایت گھڑ کر نبی صلعم کے ذمہ لگانے والا ہے، شاید یہ روایت اس راوی نے گھڑ کر مشہور کردی ہوگی، اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے ۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس سند میں دوسرا راوی عبدالملک بن عبداللہ بن ولید ہے یہ بھی مجروح اور ضعیف ہے، علامہ ملا علی قاری حنفی شرح شفا میں اس کی بابت لکھتے ہیں کہ مجھول، یہ مجہول ہے یعنی اس کا پتہ نہیں کہ یہ کون ہے (صـ ۵۳ ج ۱) جو راوی مجھول العین یا مجھول الحال ہو وہ ضعیف ہوتا ہے، اس کی روائت قابل قبول نہیں ہوتی، جو شخص اس راوی کی روایت پیش کرے اس سے کتب متداولہ میں سے کسی کتاب سے اس کا حال معلوم کرے کہ یہ راوی کیسا ہے، جب تک اس کے اوصاف ظاہر نہ ہونگے، اس کی روایت قبول نہ ہوگی ۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ روایت مرسل ہے، کیونکہ ذکوان تابعی ہے صحابی نہیں ہے جب تابعی یہ کہے کہ رسول اللہ صلعم نے فلاں کام کیا' یا فلاں حکم دیا' یا رسول اللہ اس طرح تھے تو وہ روایت مرسل ہوتی ہے، اور مرسل ضعیف ہے، کیونکہ تابعی کی ملاقات رسول اللہ صلعم سے نہیں ہوتی، اس کا رسول اللہ کی بابت کچھ بیان کرنا قابل قبول نہیں ہوتا، اگر اس نے کسی صحابی سے سن کر ایسا کہا ہے تو اس کو چاہیئے تھا کہ اس کا نام لیتا' صحابی کا نام چھوڑ کر خود اس کا نبی کریم صلعم کی بابت کوئی بات بیان کرنا قابل التفات نہیں ہے، اسلئے محدثین نے مرسل روایت کو قبول نہیں کیا، سلعة القربہ توضیح شرح نخبہ صـ ۲۸ میں ہے کہ "چونکہ مرسل میں بھی محذوف

راوی نامعلوم الحال ہوتا ہے اسلئے وہ بھی از قسم مردود سمجھی گئی ہے۔ مقدمہ ابن الصلاح اصول کی مشہور کتاب کے صلہ ۲۱ میں ہے کہ اِعْلَم اَنَّ حکمَ المرسل حُکم الحدیثِ الضَعِیفِ یعنی مرسل حدیث ضعیف کا حکم رکھتی ہے، جب یہ حدیث مرسل ہے تو عقیدہ میں حجت نہیں ہے پھر جب اس میں ایک راوی مجہول ہے، تب بھی حجت نہیں ہے، دار قطنی جلد ۲ صلہ ۳۶۱ میں ہے واھلُ العلم بالحدیث لایحتجون بخبر ینفرد بروایۃ رجل غیر معروف وانما یثبت العلم عندھم بالخبر اذکان رواتہ عدلا مشہورا یعنی محدثین ایسی حدیث سے دلیل نہیں پکڑتے، جو کسی مجہول راوی سے مروی ہو، ان کے نزدیک علم شرعی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے، جس کے راوی ثقہ عادل مشہور ہوں۔ ذکوان کی روایت مرسل ہے، مجہول راوی سے ہے، پھر اس کا ایک راوی کذاب ہے، جب اس روایت میں اس قدر بیماریاں ہیں تو پھر اس کو کیسے مانا جا سکتا ہے۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ یہ روایت قرآن وحدیث صحیح کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن سے مساکنان ارض کا اور حدیث صحیح سے آنحضور صلعم کا سایہ ہم ثابت کر چکے ہیں، جیسا کہ پہلی فصل میں اس کی تفصیل ہو چکی ہے۔

چھٹا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مشاہدہ کے خلاف ہے، کیونکہ آنحضور صلعم حضرت آدم کی اولاد سے ہیں، جن کا باپ عبد اللہ اور والدہ آمنہ ہے، اور آپ میں اوصاف بشری موجود تھے، کہ آپ ظاہر جسم سے مرئی تھے، تو آپ کا سایہ ہونا بدیہی ہے، جب تک کوئی یقینی دلیل اس عام لازم وصف سے آپ کو خاص نہ کرے، تو موضوع روایت اور ضعیف روایت اس بارہ میں کارآمد نہیں ہو سکتی، خصوصاً جبکہ آپ کا سایہ حدیث سے ثابت ہو چکا ہے اور یہ حدیث مشاہدہ عامہ کے مطابق ہے تو اس کو ترجیح ہوگی اور ضعیف روایت مردود ہوگی، خصوصاً جس کا راوی جھوٹا ہے تو وہ کسی حال بھی لائق قبول نہیں ہے۔

ساتواں جواب یہ ہے کہ اس میں یہ بھی ہے کہ آپ کی قضائے حاجت کا کچھ اثر ظاہر نہ ہوتا، یہ بھی غلط ہے، آپ تین ڈھیلوں سے اور پانی سے استنجا کیا کرتے تھے، جس سے ناپاکی ظاہر ہے، باقی زمین میں غائط وبول کا غائب ہونا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں، قاضی عیاض نے تعریف نبوی میں بہت غلو کیا ہے اور اس میں بے ثبوت اور موضوع روایتوں پر دارومدار رکھا ہے جو محدث کی شان کے سراسر

خلاف ہے، فاضل قاری نے شرح شفا میں قاضی کے دلائل اور مسائل پر خوب تنقید کی ہے ص۵۹ ج ا میں پاخانہ بول کو نگل جانے کی روایت پر فرماتے ہیں کہ ذکرہ البیہقی عن عائشة وقال انه موضوع یعنی بیہقی نے حضرت عائشہؓ سے یہ روائت نقل فرماکر یہ کہا ہے کہ یہ روایت بناوٹی ہے، اور ص۱۶۲ میں نقل کیا ہے، کہ ھذا من موضوعات الحسین بن علوان لاینبغی ذکرہ لا یعنی یہ روایت حسین بن علوان کے اختراعات سے ہے، اس کا ذکر ہی لائق نہیں ہے، ایک روایت اس مسئلہ غلط کے ثبوت پر واقدی سے نقل کی جاتی ہے، اس پر فاضل قاری فرماتے ہیں کہ والاستقرار الاجماع علی ضعفه کما فی المیزان یعنی واقدی کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اجماع ہے، جیسا کہ میزان میں ہے، پس اس کی روایت معتبر نہیں ہے۔

الغرض سایہ نہ ہونے اور پاخانہ پیشاب زمین کے نگل جانے پر کوئی دلیل صحیح وارد نہیں ہے، سب بناوٹی ہیں۔

منکرین سایہ کی چوتھی دلیل

زرقانی شرح مواہب ج ۴ ص۲۳ میں ہے روی ابن المبارک وابن الجوزی عن ابن عباس انه لم یکن للنبی صلعم ظل یعنی ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریم صلعم کا سایہ نہ تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ امام زرقانی نے اس روائت کی کوئی سند ذکر نہیں کی، صرف ابن المبارک اور ابن الجوزی کا نام لکھ دیا کہ انہوں نے روایت کی ہے، لیکن کہاں روائت کی ہے؟ اور اس کی سند کیسی ہے، راوی بیان کرنے والے کون ہیں؟ کوئی ثبوت نہیں دیا ہے، ایسی بے ثبوت روائتیں تو دنیا میں بہت ہیں، جن کا کوئی سر پیر نہیں ہے، تو سب کو کیسے قبول کیا جائے، مسلم شریف کے مقدمہ میں اسناد کو دین قرار دیا گیا ہے، خود ابن المبارک سے نقل کیا ہے کہ اَلْاِسْنَادُ مِنَ الدِّیْنِ وَلَوْلَا الْاِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَاشَاءَ یعنی ہر حدیث کی سند ہونا دین میں داخل ہے اگر اسناد نہ ہوتی تو ہر شخص جو چاہتا ہے کہہ دیتا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ بے سند حدیث مردود ہے، اس روایت کا بھی یہی حال ہے کہ ابن مبارک اور ابن جوزی سے لے کر ابن عباسؓ

تک کوئی سند مذکور نہیں ہے، عبداللہ بن مبارک تبع تابعین سے ہیں، جن کو ابن عباسؓ سے ملاقات نہیں ہے، تو درمیان کے راوی کا ہونا ضروری ہے، اسی طرح زرقانی کو ابن مبارک اور ابن جوزی تک سند بیان کرنی ضروری ہے، یا ماخذ کسی محدث کی کتاب کا بتانا ضروری ہے، تاکہ اس محدث سے ابن مبارک تک سند معلوم کر کے اس کے راویوں کو دیکھا جائے، کہ ثقہ ہیں یا ضعیف اور جھوٹے ہیں۔

الغرض اول تو ہر حدیث کی سند ہونی ضروری ہے اور دوسرا ہر سند کے راوی ثقہ ہونے اور معتبر ہونے ضروری ہیں، تب وہ حدیث قابل قبول ہو گی، بایں شرط کہ وہ قرآن اور حدیث صحیح کے خلاف نہ ہو، اہل بدعت کے اکثر دلائل اس قسم کے ہوتے ہیں، کہ اول تو غیر معتبر طبقہ کی کتابوں سے ہوتے ہیں، دوم بے سند ہوتے ہیں، سوم اگر کسی کی سند مل جائے تو اس کے راوی جھوٹے، ضعیف اور غیر معتبر ہوتے ہیں، چہارم ان کے دلائل ظاہر قرآن اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہوتے ہیں، اسلئے ان کے عقائد اور مسائل مردود ہوتے ہیں۔

منکرین سایہ کی پانچویں دلیل

امام نسفی نے تفسیر مدارک میں نقل کیا ہے کہ قَالَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِنَّ اللّٰہَ مَا اَوْقَعَ ظِلَّکَ عَلَی الْاَرْضِ لِئَلَّا یَضَعُ اِنْسَانٌ قَدَمَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ الظِّلِّ۔ یعنی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے حضورؐ! بے شک اللہ نے آپ کا سایہ زمین پر نہ ڈالا، کہ کوئی انسان اس پر پاؤں نہ رکھ دے۔

اس دلیل کے دو جواب ہیں اول یہ کہ علامہ نسفی ایک فقیہ شخص ہیں، کوئی نامور محدث نہیں ہیں، انہوں نے ایک روایت حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ وغیرہ سے طول طویل ذکر کر دی ہے، مگر نہ اس روایت کا ماخذ بتایا اور نہ خود اس کی سند ذکر کی ہے، پھر اس بے سند حدیث کو کون قبول کرتا ہے، علامہ محمد طاہر حنفی تذکرۃ الموضوعات کے مقدمہ کے صفحہ ۲ پر فرماتے ہیں کہ کُلُّ حَدِیْثٍ لَیْسَ لَہٗ اِسْنَادٌ صَحِیْحٌ وَلَا ھُوَ مَنْقُوْلٌ فِیْ کِتَابٍ مُصَنِّفُہٗ اِمَامٌ مُعْتَبَرٌ لَا یُعْلَمُ ذَالِکَ الْحَدِیْثُ عَنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَا یَجُوْزُ قَبُوْلُہٗ۔ یعنی ہر وہ حدیث جس کی اسناد صحیح نہ ہو اور نہ وہ ایسی کتاب معتبر سے منقول ہو جس کا امام معتبر ہے، کہ وہ صحیح

سندوں سے ذکر کرتا ہے، جیسے بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ اور وہ حدیث آنحضور صلعم سے ثابت نہ ہو تو اس حدیث کا قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ اسلئے ہم مدارک شریف والے کی یہ روایت قبول نہیں کرتے ..... مولینا عبدالحی لکھنوی حنفی نے اجوبہ فاضلہ میں بہت اچھی بات منصفانہ لکھی ہے جس کا ترجمہ حقیقۃ الفقہ ص۴۹ سے نقل کیا جاتا ہے، لکھتے ہیں "اسی وجہ سے علماء نے صاف لکھدیا ہے کہ کچھ اعتبار نہیں ان احادیث کا جو فقہ کی بڑی بڑی کتابوں میں نقل کی جاتی ہیں جب تک کہ ان کی سند ظاہر نہ ہو، یا اہل حدیث علماء کا ان احادیث پر اعتماد کرنا معلوم نہ ہو، گو ان کتابوں کے مصنفین بڑے پایہ کے فقیہ کیوں نہ ہوں جن پر نقل احکام و حکم حلال و حرام میں اعتماد کیا جاتا ہو کیا تم صاحب ہدایہ کو نہیں دیکھتے، جو جلیل القدر حنفیوں میں سے ہیں اور رافعی شارح وجیز کو جو جلیل القدر شافعیوں میں سے ہیں، باوجودیکہ دونوں ان لوگوں میں سے ہیں جنکی طرف اشارے کئے جاتے ہیں، اور ان پر بزرگان قوم اور عالی پایہ لوگ بھروسہ کرتے ہیں مگر ان دونوں نے اپنی اپنی کتابوں میں ایسی روایتیں درج کی ہیں جن کا کوئی نشان محدثین کے نزدیک نہیں پایا جاتا"

اس سے ثابت ہوا کہ کوئی حنفی فقیہ ہو یا شافعی ہو جب تک وہ کسی حدیث کی سند صحیح ذکر نہ کرے گا، کسی ایسی معتبر کتاب کا حوالہ نہ دیگا، جس میں سندوں کے ساتھ حدیثیں درج ہیں تو اس کی بیان کردہ روایت ہرگز قبول نہ کی جاوے گی پس مدارک کی یہ روایت غیر معتبر ہے کیونکہ یہ بے سند ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضور صلعم کا سایہ زمین پر اسلئے نہ پڑتا تھا کہ اس پر کسی کا قدم نہ پڑ جائے کہ وہ نبی کا سایہ ہے، اس کی بے ادبی ہوگی اس سے اہل بدعت کا رد ہوتا ہے، کیونکہ وہ اسلئے سایہ کا انکار کرتے ہیں، کہ آنحضور صلعم جسمانی نور تھے، اور نور کا سایہ نہیں ہوتا تو یہ دلیل ان کے مخالف ہے، بے ادبی ہونے کی وجہ سے سایہ نہ پڑنا اور بات ہے، اور نور کی وجہ سے سایہ کا وجود نہ ہونا اور بات ہے دونوں میں فرق ظاہر ہے، کما لایخفی علی اہل العلم۔

منکرین سایہ کی چھٹی دلیل

الخصائص الکبری ج ۱ ص۶۸ میں ہے کہ ابن سبع کہتے ہیں من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ظلہ کان لا یقع علی الارض، یعنے آنحضور صلعم کے خصائص سے یہ ہے کہ آپ کا سایہ

زمین پر نہ پڑتا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ ابن سبع کون شخص ہے؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہے، جس نے آنحضرت کو دیکھا ہے؟ ہرگز نہیں، پھر کیا یہ تابعی ہے جس نے صحابہ کو دیکھا ہے؟ تابعی ہرگز نہیں ہے، کیا یہ تبع تابعی ہے؟ ہرگز نہیں تو کیا پھر اس نے کوئی حدیث نقل کر کے یہ کہا ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ از خود حسن عقیدت سے یہ کہہ دیا ہے، تو پھر بغیر دلیل کے ہم ہرگز کسی کی بات نہیں مانتے۔ اصول یہ ہے کہ الخصائص لا تثبت الا بالدلیل یعنی خصائص نبوی دلیل کے بغیر ثابت نہ ہونگے، ابن سبع نے کوئی دلیل نہیں دی تو اس کی بے دلیل بات کون سنتا ہے؟۔

میزان شعرانی ج ۱ ص۴۸ میں ہے، قال ابو حنیفۃ حرام علی من لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی، یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس کو میری کلام کی دلیل اور ثبوت معلوم نہ ہو اس کو میری کلام پر فتویٰ دینا حرام ہے، جب امام ابو حنیفہ بغیر دلیل کے اپنی کلام پر فتویٰ دینا حرام قرار دے رہے ہیں جو تبع تابعی ہیں تو ابن سبع کس باغ کی مولی ہے، کہ ہم بغیر دلیل شرعی کے اس کی بات مان لیں، یہ تو اہل بدعت کی عادات سے ہے، کہ ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کو امام پیر مرشد جان کر اس کی کلام کو مثل قرآن و حدیث کے مان لیتے ہیں، ہم اس کو شرک فی الرسالت تصور کرتے ہیں — اب اہل بدعت یہ بتائیں کہ ابن سبع کون شخص ہے اور کیا ہے؟ اس کی کیا حیثیت ہے؟ ہاں ہم اتنا پتہ بتا دیتے ہیں کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب الرد علی البکری ص۲۰-۲۱ میں دیلمی اور ابن سبع کا ذکر کرتے ہیں تو ان پر یہ ریمارک فرماتے ہیں، وَ اَمْثَالُ هٰؤُلَاءِ مِمَّنْ فِیْ کِتَابِهٖ مِنَ الْکِذْبِ مَالَا یُحْصِیْهِ اِلَّا اللّٰهُ فَهُمْ لَا یَعْرِفُوْنَ الصَّحِیْحَ مِنَ السَّقِیْمِ یعنی ان لوگوں کی کتابوں میں اس قدر جھوٹ کی ملاوٹ ہے، کہ اس کا اندازہ اللہ ہی جانتا ہے ان کو صحیح اور ضعیف کی کچھ معرفت نہیں سب رطب و یابس ذکر کرتے چلے جاتے ہیں، ممکن ہے کہ ابن سبع حکیم ترمذی کی روایت کا شکار ہو گیا ہو اور اس کی بنا پر یہ کہہ دیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا، یہ تقلید در تقلید ہے جو غلط ہے۔۔

منکرین سایہ کی ساتویں دلیل

بعض نے یہ کہا ہے کہ آنحضور صلعم نے دعا فرمائی ہے کہ فَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا یا اللہ مجھے نور بنا دے" اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعا سے تو آپ کا ذاتی نور بن جانا اور سایہ نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا' بلکہ اس سے فرقہ غالیہ کا رد ہوتا ہے' جو وہ یہ کہتے ہیں کہ اول ماخلق اللہ نوری یعنی سب سے اول اللہ نے میرا نور پیدا کیا' دوسری موضوع روایت یہ ہے کہ اللہ نے اپنے نور سے میرا نور پیدا کیا' جب آنحضور صلعم خدا کے نور سے مجسم نور پیدا ہوتے تو اب نور بنانے کی دعا تحصیل حاصل اور فضول ہے اس دعا سے تو یہ ظاہر ہے' کہ آپ نور نہیں ہیں' بلکہ نور کے محتاج ہو کر اللہ تعالیٰ سے نور مانگ رہے ہیں' سو اس کی مراد سمجھنی چاہیئے' صحیح مسلم میں جہاں سوال نور کی حدیث ہے' اس میں لکھا ہے کہ قال العلماء سال النور فی اعضائہ وجہاتہ والمراد بہ بیان الحق وضیاؤہ والھدایۃ الیہ فسأل النور فی جمیع اعضائہ وجسمہ وتصرفاتہ وتقلباتہ وحالاتہ وجملتہ فی جہات الست حتی لا یزیغ شیٔ منہا عنہ (ج ۱ ص ۲۶۰ مسلم بمع نووی) یعنی علمائے اسلام نے فرمایا کہ آنحضور صلعم نے جو اپنے تمام اعضا اور اپنے تمام اطراف میں اللہ تعالیٰ سے نور طلب کیا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ مجھے بیان حق کی اس قدر روشنی بخش کہ میں تیری توفیق سے اس کی طرف لوگوں کی پوری راہنمائی کر سکوں' جسمانی طور پر بھی حق کی روشنی بخش دے' اور بیرونی طور پر بھی تمام اطراف سے مجھ پر حق کا نور برسا' کہ تمام حالات ظاہری اور باطنی درست ہوں' کوئی چیز ٹیڑھی نہ ہو کہ حق کی اشاعت میں کوئی فرق آجائے"

یہ معنی درست ہے اور اہل بدعت جو کتاب و سنت کے دلائل ہیں' جہاں کہیں لفظ نور دیکھتے ہیں' فوراً بول اٹھتے ہیں کہ بس اس سے مراد آنحضور صلعم ہیں' یہ بالکل غلط ہے' آنحضور صلعم بشر ہیں اور اولاد آدم سے ہیں' وہ اس انسانیت کے درجہ سے نکلنے کی کبھی دعا نہیں کرتے تھے' اسلئے آپ آخر تک انسان رہے اور انسان ہی رہ کر فوت ہوئے اور آپ کا جنازہ اور غسل و کفن و دفن کیا گیا کسی نور کا جنازہ اور کفن' دفن ثابت نہیں ہے' یہ دعا' نور نماز تہجد کے وقت اور

سنۃ الفجر کے بعد پڑھنا تمام امت کے لئے مسنون ہے تو تمام امت بھی ذاتی نور طلب نہیں کرتی، بلکہ وہی حق کی روشنی روحانی طور پر چاہتی ہے، کہ اے اللہ! ہم کو حق کی روشنی بخش دے۔

منکرین سایہ کی آٹھویں دلیل

قاضی عیاض اپنی کتاب شفاء میں یہ لکھتے ہیں کہ وَ مَا ذُکِرَ مِنْ اَنَّہٗ لَا ظِلَّ لِشَخْصِہٖ فِیْ شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ لِاَنَّہٗ کَانَ نُوْرًا۔ یعنی ذکر کیا گیا ہے کہ آپ کی ذات کا سورج اور قمر کی روشنی میں سایہ نہ تھا، کیونکہ آپ نور تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نہ آیت ہے اور نہ حدیث ہے، صرف قاضی عیاض کا قول ہے، پس کتاب و سنت کے مقابلہ میں قول کی کچھ وقعت نہیں ہے۔

قاضی صاحب نے صیغہ مجہول سے کسی مجہول الحال شخص کا ذکر کر دیا کہ کسی کی طرف سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ آپ کا سایہ نہ تھا، اب سوال یہ ہے کہ ذاکر کون ہے، اور اس ذکر عجیب کی دلیل شرعی کیا ہے؟ خود قاضی صاحب نے بیان نہیں کی پھر قاضی صاحب نہ صحابی نہ تابعی اور نہ تبع تابعی ہیں، ان کو کیا پتہ ہے کہ آنحضور صلعم کا سایہ نہ تھا، شائد انہوں نے حکیم ترمذی کی تقلید کی ہے، وہ دلیل باطل ہے، چنانچہ فاضل قاری شرح شفا ص ۵۳ میں اس عبارت کی شرح میں فرماتے ہیں کہ و من ذلک ما ذکرہ الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول من عبد الرحمن بن قیس وھو مطعون عن عبد الملک بن عبد اللہ بن الولید، وھو مجھول عن ذکوان، یعنی ذکر کرنے والا حکیم ترمذی ہے، جس نے نوادر الاصول میں عبد الرحمن بن قیس سے روایت نقل کی ہے، جس پر محدثین نے جرح کی ہے اور عبد الرحمن نے عبد الملک سے نقل کیا ہے، وہ مجہول ہے، پس قاضی کی قضا باطل ہوتی۔

پھر سایہ نہ ہونے کی جو یہ وجہ قاضی نے لکھی ہے کہ آنحضور صلعم نور تھے، یہ بھی باطل ہے، کیونکہ وہ خود آنحضور صلعم کو بشر تسلیم کر کے بشریت کے تمام عوارض و لوازم مان چکے ہیں، جیسے گذر چکا ہے، اور شرح عقائد وغیرہ کتب میں رسول کی یہ تعریف درج ہے، ھو بشر بعثہ اللہ لتبلیغ الاحکام، یعنی رسول بشر ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ تبلیغ احکام کے لئے بھیجتا ہے، آنحضور صلعم رسول تھے تو بشر تھے، بشر کا

سایہ ہونا مسلّم ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام کی بابت فرشتوں کو یہ فرمایا کہ اِنّی خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَاٍ مَسْنُوْنٍ کہ میں بشر کو مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حسب الارشاد آدم کو مٹی سے پیدا کیا، تو جس قدر آپ کی اولاد ہے، وہ بھی سب مٹی سے پیدا شدہ کہلائیں گے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ اَلنَّاسُ کُلُّھُمْ بنو آدم وآدَمُ مِنْ تُرَابٍ (مشکوٰۃ) یعنی تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے ہیں، یہ حدیث منطقی شکل ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے، کہ الناس کلھم من تراب آنحضور صلعم آدم کی اولاد سے ہیں چنانچہ حدیث معراج کی مشکوٰۃ میں ہے اس میں یہ الفاظ ہیں ھٰذا ابوک آدم یعنی جبریل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آدم سے ملاقات ہوئی تو تعارف کرایا کہ یہ آپ کا باپ آدم ہے آپ نے سلام کہا تو آدمؑ نے مرحبا بابن الصالح فرمایا یعنی میرے نیک بیٹے کا آنا مبارک ہے، تو معلوم ہوا آپ الناس کلھم میں داخل ہیں اور آدمؑ کی اولاد ہیں جب آدم کی اولاد کا سایہ ثابت اور مشاہدہ میں آچکا ہے اور آرہا ہے تو آپ کا سایہ ہونا بھی لازم ہے، جس سے قاضی صاحب کے دونوں قول باطل ہوئے کہ آپ نور تھے اور آپ کا سایہ نہ تھا، ورنہ یہ لازم آئے گا، کہ آپ اولاد آدم سے بشر نہ تھے، بلکہ کسی اور مخلوق نورانی کی نسل سے تھے، سو اس کا باطل ہونا بدیہی ہے۔

منکرین سایہ کی نانویں دلیل

قاضی عیاض نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ کَانَ النَّبِیُّ صلعم یَرٰی فِی الظُّلْمَۃِ کَمَا یَرٰی فِی الضَّوْءِ یعنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندھیرے میں اس طرح دیکھتے تھے، جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے، اس کا جواب ملا علی قاری حنفیؒ نے لکھا ہے کہ قال البیہقی اسنادہ ضعیف (شرح شفا) یعنے امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے، جب ضعیف ہے تو یہ عقائد میں حجت نہیں ہے، پھر ملا علی قاریؒ نے حدیث ابن عباسؓ نقل کی ہے کہ کَانَ یَرٰی بِاللَّیْلِ کَمَا یَرٰی بِالنَّھَارِ فِی الضَّوْءِ کہ آنحضور صلعم رات کو اس طرح دیکھتے تھے جس طرح دن کو روشنی میں دیکھتے تھے اس حدیث پر فاضل قاریؒ یہ فرماتے ہیں کہ وقال لَیْسَ بقویّ یعنی امام بیہقی نے کہا کہ

اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے وقال ابن الجوزی لا یصح یعنی علامہ ابن جوزی نے کہا کہ اس کی سند صحیح نہیں ہے، جب ان روایتوں کی سندیں ضعیف ہیں تو عقائد میں ان کو پیش کرنا صاف سینہ زوری ہے، پھر اس کے منافی ایک روایت روضۃ الہجرۃ للسہیلی سے نقل کی ہے کہ اِنَّهٗ صلعم لَمَّا تَزَوَّجَ اُمَّ سَلِمَۃَ دَخَلَ عَلَیْهَا فی ظلمۃٍ فاصابتْ رِجلہٗ زینب فبکت ثم فی لیلۃٍ اُخری دخل فی ظلمۃ ایضا فقال انظروا ربائبکم لا اَمشی علیها یعنی جب آنحضور صلعم نے حضرت ام سلمہؓ سے نکاح کیا تو رات کو آپ اندھیرے میں ان کے ہاں گئے تو آپ کا پاؤں ان کی لڑکی زینب ربیبہ پر پڑا جس سے وہ رو اٹھی، جب دوسری رات آپ ان کے ہاں اندھیرے میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اپنے بچوں کو سنبھالنا ایسا نہ ہو کہ میں پھر ان کو لتاڑ دوں جیسا کل اندھیرے میں لتاڑ گیا۔

اس سے ظاہر ہوا کہ آپ کو اندھیرے میں کچھ نظر نہ آتا تھا چنانچہ سابقا میں یہ ثابت کر چکا ہوں کہ آپ کو اندھیرے میں نظر نہ آتا تھا، پھر اگر یہ ثابت ہو جائے تو اس سے آپ کا نور ہونا ثابت نہ ہوگا، کیونکہ دیگر ایسی مخلوق ہے کہ اس کو اندھیرے میں نظر آتا ہے اور وہ نور مجسم نہیں ہے، مثلاً بلی کو، الو کو، چمگادڑ کو اندھیرے میں نظر آتا ہے، مگر یہ نورانی نہیں ہیں، بالفرض اگر یہ ثابت ہو جائے تو وقتی معجزہ قرار دیا جا سکتا ہے، جیسے علی قاری نے رفع تعارض کے طور پر فرمایا ہے لاحتمال ما سبق علی حالۃ من احوالہ المسماۃ بالمعجزۃ والکرامۃ یعنی سہیلی کی روائت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ وابن عباس کی روائت معجزہ پر محمول ہے، کہ کسی وقت اندھیرے میں آپ کو روشنی کی طرح نظر آ گیا ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ اگر معجزہ ہے تو پھر یہ کہنا باطل ہے کہ آپ کا سایہ نہ تھا اور آپ اندھیرے میں دیکھتے تھے، آپ نور تھے، کیونکہ نور ہو کر جو اندھیرے میں دیکھے تو وہ اس کی ذاتی خوبی اور عادت ہے، معجزہ نہیں ہے، معجزہ کے لئے خلاف عادت ہونا ضروری ہے، بہر حال یہ دلیل بھی قابل قبول نہیں ہے کہ

اس سے دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔

منکرین سایہ کی دسویں دلیل

بعض الناس نے خناس بن کر یہ وسوسہ ڈالا ہے کہ مولینا عبدالحق نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا، اول یہ کہ مدارج النبوۃ حدیث کی معتبر کتاب نہیں ہے، سیرت کی کتاب طبقہ چہارم سے ہے، تاریخ حدیث ص ۴۵ میں طبقہ چہارم میں اسے شمار کیا گیا ہے، اور پھر صفحہ ۱۴۶ پر یہ لکھا ہے کہ علی کل تقدیر ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود" یعنی اس طبقہ کی حدیثیں قابل اعتماد اور قابل عمل نہیں ہیں، پھر مولینا عبدالحق اور مجدد صاحبان وغیرہما سے جو نقل کیا جاتا ہے کہ آنحضرت کا سایہ نہ تھا، یہ بغیر دلیل شرعی کے قابل تسلیم نہیں ہے، فرقہ بریلویہ کے مجدد مولوی احمد رضا خاں صاحب اپنی کتاب "زبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ کے ص ۱۱۱ میں رقمطراز ہیں کہ نبی کے سوا کوئی کیسے ہی عالی مرتبے والا ہو ایسا نہیں جس سے کوئی نہ کوئی قول ضعیف خلاف، دلیل یا خلاف جمہور نہ صادر ہوا ہو، کل ماخوذ من قولہ و مردود علیہ الا صاحب ھذا القبر صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ہر ایک کی کلام مردود ہو سکتی ہے، مگر اس قبر والے کی کوئی کلام مردود نہیں ہو سکتی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ میں امام شافعی سے نقل فرماتے ہیں کہ کان رضی اللہ عنہ یقول لا حجۃ فی قول احد دون رسول اللہ صلعم و ان کثروا "یعنی امام شافعی فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلعم کے سوا کسی کا قول حجت نہیں ہو سکتا خواہ کتنے ہی زیادہ لوگ کیوں نہ ہوں" جب ائمہ کے اقوال حجت نہیں ہیں تو مولینا عبدالحق اور شاہ عبدالعزیز صاحبان کے اقوال کس طرح حجت ہو سکتے ہیں؟

اصل حقیقت یہ ہے کہ قاضی عیاض اور دیگر علمائے کرام حکیم ترمذی کی ..... نوادر الاصول پر اپنی تحقیق کا دار و مدار رکھتے ہیں جو نا قابل اعتبار ہے، جس کی تفصیل گذر چکی ہے اور غالی فرقہ کا تمام تر دار و مدار اس بات پر ہے کہ آپ

ذاتی نور تھے، جس کی روشنی پڑتی تھی، حالانکہ یہ غلط ہے، آپ بشر تھے آپ کے جسم سے زخم ہونے پر خون نکلتا تھا، جیسے بخاری کی روایت میں جنگ احد کے واقعہ میں ذکر ہے کہ آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا اور دانت شہید ہو گئے تو زخموں سے خون بہت جاری تھا جس کو حضرت فاطمہؓ دھوتی رہی، مگر وہ بند نہ ہوتا تھا، آخر جب دیکھا کہ خون کسی طرح نہیں تھمتا تو بوریا جلا کر اس کی راکھ زخموں میں بھر دی فَرَقَأَ الدَّمُ پھر خون تھم گیا۔

اسی طرح آنکھوں سے آنسو جاری ہونا، غذا کھانا اور پیشاب پاخانہ خارج ہونا، سونا اور خراٹے لینا وغیرہ امور صاف اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ کی ذات بشر تھی نور نہ تھی کہ نور سے یہ چیزیں صادر نہیں ہوا کرتی ہیں، بس یہ دس دلائل فرقہ غالیہ کے ہیں جن کے تحقیقی جوابات ہم عرض کر چکے ہیں، اب ہمارے دلائل اور فرقہ مذکورہ کے دلائل کا موازنہ کر کے اہل علم حضرات غیر جانبدار ہو کر منصفانہ نظر سے غور و تأمل فرمائیں کہ صداقت کس طرف ہے اور حق پر کونسا گروہ ہے، لقولہ تعالیٰ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی کہ مومن کو ہر حال میں انصاف کرنا چاہیئے کہ اصل تقوی یہی ہے۔ وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

تمت بالخیر